جلد 20 شمارہ 3 ماہ مارچ 2018ء جمادی الثانی 1439ھ
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا
الله
محبّت
صداقت
سِلسلہ عالیہ توحیدیہ
ماہنامہ
فلاحِ آدمیّت

# سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ
فلاحِ آدمیّت
گوجرانوالہ
بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ
محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت
فلاحِ آدمیّت
عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار
نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042
مجلس ادارت
مدیر
احمد رضا خان
0321-6400942
معاون مدیر
خالد محمود بخاری
0300-7374750
نائب مدیر
سید رحمت اللہ شاہ
0333-4552212
خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی
ترسیل: فہد محمود ، محمد ریاض
شیخ سلسلہ ومدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com
پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا
قیمت شمارہ -/30 روپے
سالانہ فنڈ -/300 روپے

## اس شمارے میں

# سالانہ کنونشن

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا روح پرور سالانہ کنونشن

## 13,14 اپریل 2018ء

بروز جمعہ، ہفتہ کو منعقد ہوگا

اللہ کے قرب اور اس کی رضا کے حصول کی خاطر، تزکیہ نفس اور اصلاح قلب کی ان مجالس میں اہتمام کے ساتھ شرکت فرما کر انوار و برکات سے مستفیض ہوں۔

بمقام

**مرکز تعمیر ملت**

وحید کالونی نزد کوٹ شاہاں (پیرو شہید بس سٹاپ)

جی ٹی روڈ **گوجرانوالہ**

رابطہ نمبر 0303-0466321

# نیا سلسلہ کیوں بنایا ؟

(مرکز تعمیر ملت)

یہ موضوع نہایت ہی اہم ہے کیوں کہ اس کا تعلق سلسلہ توحیدیہ کے بنیادی ہدف سے ہے۔سلسلہ کے اغراض و مقاصد معلوم ہونے پر ہی ہم اپنی جدوجہد کی سمت متعین کر سکتے ہیں۔ اس کی تشریح سے وہ فرائض نکھر کر سامنے آجائیں گے جو توحیدی ہونے کے ناطے ہم پر عائد ہوتے ہیں۔بانی سلسلہؒ نے چراغ راہ کے آٹھویں خطبے میں تحریر فرمایا ہے:

''قوم کے عروج وزوال بلکہ زندگی اور موت کے ذمہ دار تو اعلیٰ طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ دیانت داری، محنت اور خلوص سے محض ملک وقوم کے فائدے کے لیے کام کریں تو وہ قوم کبھی ذلیل وخوار نہیں ہوسکتی۔لیکن جب خود یہی لوگ بددیانت، راشی، بدچلن، بدخلق اور مفاد پرست ہوں تو پھر قوم کا خدا ہی حافظ وناصر ہے۔اس کا سفینہ آج نہیں ڈوبا تو کل ڈوبے گا۔میں نے آج 1972 سے پورے ساٹھ سال پہلے یہ بات محسوس کر لی تھی کہ ہماری قوم بڑی تیزی سے تباہی اور زوال کے غار کی طرف رواں دواں ہے۔اسی زمانہ سے میں دنیا کی مختلف قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں تاریخ میں پڑھتا رہا۔پھر مدتوں اس بات پر غور کیا کہ قومیں کن وجوہات کی بنا پر بنتی اور بگڑتی ہیں اس کے بعد مسلمانوں کی اصلاح وترقی اور احیاء ثانیہ کے لیے جتنی جماعتیں وجود میں آئیں ان کی تنظیم، مساعی اور طریق کار کا مطالعہ بہ نظر غائر کیا اور ان کی ناکامی کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کی۔پورے تیس سال کی جدوجہد اور کدو کاوش کے بعد میں تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہم مسلمان، خواہ وہ کسی ملک کے بھی ہوں مومن نہیں ہیں، صرف مسلمان ہیں اور مسلمان بھی نام کے۔ 90 فیصد مسلمان تو قرآن حکیم کی تعلیم ہی سے واقف نہیں۔اس پر عمل کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ہم قرآن کریم کی بجائے رسوم پرستی کو اسلام سمجھ رہے ہیں۔ ہم نے فرائض کو بھلا دیا ہے اور فروعات کو فرائض سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

ہم نماز اوّل تو پڑھتے ہی نہیں اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو یہ کبھی نہیں سوچتے کہ ہماری نمازوں سے ہمارے اخلاق کی کہاں تک اصلاح ہوئی ہے۔ ہم نے کون کون سی برائیوں کو چھوڑا اور کون کون سی نیکیوں کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اللہ نے تو نماز کی یہی تعریف کی ہے کہ نماز برائیوں اور ممنوعہ کاموں سے بچاتی اور نیک بناتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم کبھی غور نہیں کرتے کہ نماز میں خشوع و خضوع اور حضوریٔ باری تعالیٰ کہاں تک تھی۔ اگر نماز سے یہ فوائد حاصل نہیں ہوتے تو وہ کیا خاک نماز ہے؟ وہ تو ایک رسم ہے، محض رسم جو پانچ وقت ادا کر لی جاتی ہے۔ یہی حال دوسری عبادات کا ہے کہ محض رسماً ادا کر لی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ میں نے یہ دیکھا کہ علمائے کرام میں جو لوگ واقعی متقی اور پرہیز گار ہیں ان کی باتوں میں بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ان کی تقریر کے دوران لوگ ہنستے بھی ہیں اور ان کے دل میں اصلاح کا ولولہ بھی اٹھتا ہے لیکن جلسہ گاہ سے نکلتے ہی وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں پھر میرا خیال ان صوفیائے کرام کی طرف گیا جو بخارا، ایران اور عراق سے چل کر اکیلے یا دو چار مریدوں کے ساتھ بے سروسامان انڈونیشیا، چین اور ترکستان یا ہندوستان آئے اور کسی شہر میں مقیم ہو کر خاموشی سے تبلیغ اسلام کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں آدمیوں کو مسلمان بنا لیا۔ مدتوں ان کی زندگی اور ان کے اخلاق کا تجزیہ کرنے اور موجودہ سچے صوفیوں اور پھر خود اپنی حالت پر غور کرنے کے بعد مجھ پر یہ راز کھلا کہ ان بزرگوں کے پاس دو چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ان کے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں کو موہ لیتی ہیں اور ان کی ذات کا والہ و شیدا بنا دیتی ہیں۔ ان میں سے ایک تو ان کا اخلاق ہے اور دوسری چیز جو اخلاق سے بھی زیادہ موثر اور طاقتور ہے وہ روحانی طاقت ہے جو حرارت یا سوز و گداز کی صورت میں ان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس سے بات کرتے ہیں وہ نہایت غور سے ان کی بات سنتا اور جو کچھ کہتے ہیں اس پر بے چون و چرا عمل کرنے لگتا ہے۔ یہ بات معلوم ہو جانے کے بعد میں نے خود اس کے تجربے کیے تو سو فیصد درست پائے۔ اب میں نے ''حلقۂ توحیدیہ'' کی بنیاد ڈالی اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کی بجائے خود مسلمانوں کے اخلاق کی اصلاح شروع کر دی۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ

میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔

آپؒ نے 1963 میں لاہور میں منعقدہ ہونے والے پانچویں سالانہ اجتماع میں اپنے دوسرے خطبے کے آخر میں ارشاد فرمایا:

'' میں آپ کو صحیح تصوف سکھانا اور انسان کامل بنانا چاہتا ہوں۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ حقائق کو چھوڑ کر کوائف میں کھو جائیں۔ دنیا کا کوئی کام نہیں کریں۔ توکل کی چادر اوڑھے شراب معرفت کے نشہ میں مست بڑے کرامتیں دکھایا کریں۔ میں جس راستہ پر آپ کو چلانا چاہتا ہوں وہ بالکل ہمارے سرکار ابد قرار احمد مختار ﷺ کے نقش قدم پر جاتا ہے جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو رسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے ملا لو۔ اگر میں کہیں غلطی پر ہوں تو مجھے آگاہ کر دو۔ میں اپنے طریقے میں بڑی خوشی سے ترمیم کرلوں گا۔ جو لوگ اس راستہ پر چلنا نہیں چاہتے ان کو چاہیے کہ حلقہ سے الگ ہو جائیں اور کسی ایسے سلسلہ میں شریک ہو جائیں جو ان کی خواہش اور مرضی کے مطابق ہو۔ اسی طرح مرشد کامل نے اپنے نویں خطبہ میں عالم اسلام کی بے حسی کا سبب اور مردہ دلی کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

'' آخر یہ سب کچھ کیوں ہے؟ اس لیے اور محض اس لیے کہ توحید کی تعلیم غائب ہو چکی ہے اور اس کی جگہ غیر اللہ پرستی نے لے لی ہے۔ برادران حلقہ یہ کام آپ نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے کہ توحید کی تعلیم کو پھر زندہ کریں اور اگر تمام عالم اسلام میں نہیں تو کم از کم پاکستانی مسلمانوں کے دل میں اللہ اور اللہ کے رسول کے عشق کی آگ کو اس طرح بھڑکائیں کہ غیر اللہ پرستیاں سب کی سب جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جائیں۔ آپ کے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے اس کو معمولی نہ سمجھیں، یہ کام لوگوں کے مشرکانہ عقائد کی اصلاح کا کام ہے اور ہر انسان اپنے عقائد کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اور اصلاح کرنے والوں کی جان کا دشمن ہو جاتا ہے۔ قدم قدم پر مقابلہ کرتا ہے اور رکاوٹیں ڈالتا ہے۔ اچھی طرح یاد رکھیے کہ آپ کو صرف عقائد ہی کی اصلاح نہیں کرنی بلکہ ان بے ہودہ و فرسودہ رسوم کو بھی مٹانا ہے جو ہمارے معاشرہ کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہیں۔

## روحانی طاقت سے اصلاح کا طریق کار

''برادرانِ حلقہ! آپ کو اصلاح کا کام کرنا ہے۔ اس لیے اپنے حلقہ کی تعلیم کے مطابق غصہ بالکل نفی کر دو۔ قلب میں پاس انفاس کے ذریعہ روحانی طاقت کو بڑھاؤ۔ پھر دیکھو کہ تم کتنی جلدی کامیاب ہوتے ہو۔ اصلاح کرنے والوں کے لیے اپنی زبان پر قابو رکھنا بھی بہت ضروری ہے کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ''اللہ کے راستے کی طرف حکمت اور حسین الفاظ میں نصیحت سے بلاؤ'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کی تم اصلاح کرنا چاہتے ہو اس کو اس کے کسی عیب کی وجہ سے ہرگز برا نہ کہو۔ بلکہ اس سے محبت اور شفقت سے پیش آؤ اور کوشش کرو کہ وہ تمہارا دوست بن جائے اور بار بار تمہارے پاس آنے لگے (جس طرح ایک ڈاکٹر بیماری سے نفرت کرتا ہے لیکن بیمار کا ہمدرد ہوتا ہے۔ اسی طرح اصلاح کرنے والوں کو برائی سے تو نفرت ہونی چاہیے لیکن برے آدمی سے ہرگز نہیں۔ اس پر تو دلی رحم آنا چاہیے کہ بیچارہ غفلت کی وجہ سے اپنی عاقبت برباد کر رہا ہے۔) اس کے علاوہ اصلاح کے لیے کبھی کسی پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرو۔ اس کا ہر عیب اور ہر زیادتی برداشت کرو۔ بحث ہرگز نہ کرو۔ بحث سے سوائے تضیع اوقات کے کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ یوں دلوں میں کدورت آجاتی ہے۔ اگر کوئی شخص بحث کرنے پر بہت ہی مصر ہو تو جیسا کہ میں پہلے بھی کسی خطبہ میں بتا چکا ہوں اس سے نہایت عاجزی سے معافی مانگو اور کہہ دو کہ ہمارے مسلک میں بحث قطعاً منع ہے۔ آپ اپنے مسلک پر چلتے رہیں، ہم خوش ہمارا خدا خوش۔ لیکن ہم کو ہمارے مسلک پر چلنے دو۔ آؤ باوجود ازیں ہم آپس میں دوست رہیں۔ یہ سب فروعی باتیں ہیں۔ اس کے لیے دلوں میں عناد کیوں پیدا کیا جائے'' مگر یہ تم اسی وقت کہہ اور کر سکو گے جب کہ تم نے غصہ اچھی طرح نفی کر دیا ہو اور قوت برداشت بدرجہ اتم پیدا ہو گئی ہو۔ ہمارے حلقہ کی تعلیم کے مطابق اصلاح کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ تم لوگوں سے نہایت محبت اور خلوص سے پیش آؤ۔ ظاہری اور بناوٹی محبت نہیں، حقیقی محبت کرو جیسا کہ تم کو بتایا اور سکھایا گیا ہے۔ عالمگیر محبت کو اپنا شعار بناؤ۔ اس لیے جس سے بھی ملو حقیقی محبت کے جذبہ سے ملو۔ اگر کبھی

ضرورت پڑے اورتم کوتوفیق ہوتو چھوٹی موٹی کوئی خدمت لوگوں کی کر دیا کرواوردل میں یہ خواہش پیدا کرو کہ اس شخص کی اصلاح ہوجائے۔اگرتم دل سے ایسا چاہو گےتو تمہارے قلب سے جولہریں نکلیں گی اس کے دماغ کومتاثر کیے بغیر نہ رہیں گی۔وہ رفتہ رفتہ تمہاری ہربات ماننے لگے گااوراس طرح اس کی اصلاح ہوجائے گی۔اصلاح ہمیشہ اللہ کے واسطے کرنی چاہیے۔تمہاری اپنی ذاتی غرض اس سے وابستہ نہ ہو۔یعنی اس کام میں ذاتی مفادیا اپنی فضیلت وبڑائی کا رائی برابر خیال دل میں نہ ہو۔محض اللہ کیلئے اورامت اسلامیہ کی بہتری وبہبود کے لیے کیا جائے۔( **چراغ راہ** )

’’آج کی صحبت میں مجھے آپ سے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ خلوص ومحبت کے ساتھ حلقہ کی تعلیم پر پوری پابندی سے عمل کرتے ہوئے پہلے کی نسبت اورزیادہ شوق اورجوش سے عمل کرو۔ عمل کرواورعمل کرتے رہو۔اپنی اوردوسرے مسلمانوں کی اصلاح کرو۔دنیوی ترقی کے لیے نئی نئی راہیں نکالواوران پرعمل کرو۔خلق خدا کی خدمت کرو۔سب کے ساتھ محبت سے پیش آؤ۔کتنی ہی تکلیفیں اورمصیبتیں آن پڑیں مایوس اوراداس مت ہو۔ہمت نہ ہارو، ہمیشہ خوش رہا کرو، دل میں اللہ کو بسائے رکھواورہاتھ، پاؤں، آنکھوں، کانوں اورزبان کوخدمت خلق میں لگائے رکھو۔ یہی دائمی مسرت اورحقیقی زندگی کاراز ہے‘‘۔

مرتے دم تک کام کرتے رہواورخدا کی یاد میں مرجاؤ۔تمہیں کیا خبر یہ کتنا بڑا کام ہے اورمرنے کے بعداس کا کیا انعام ملے گا۔ اب میں آپ سے صرف ایک بات اورکہنا چاہتا ہوں کہ آج تک آپ کو جو کچھ بتایا جا چکا ہے وہ سب قرآن اوراحادیث رسول کریم ﷺ سے ہے۔ میری اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں ہے۔اگر آپ کا ایمان کامل ہےتو آپ ان باتوں کوافسانہ یا کہانی نہ سمجھیں گے بلکہ ٹھوس حقیقت جان کران پرعمل کریں گے بشرطیکہ آپ ان کی بہبودی اور بہتری کے دل سے طالب ہوں اوردین ودنیا کی نعمتوں سے اپنی جھولیاں بھرنا چاہتے ہوں۔اگر آپ ان پرایمان کامل رکھتے ہوئے بھی عمل نہ کریں تو پھر آپ سے زیادہ بدقسمت اورکون ہوسکتا ہے۔

(**چراغ راہ**‘‘ساتواں خطبہ)

آپؒ نے ملتان میں منعقد ہونے والے گیارہویں سالانہ اجتماع میں فرمایا:

''حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے زمانے میں معاشرہ کی اصلاح کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ پہلے خاموشی سے ایک جماعت اولیاء اللہ کی تیاری اور پھر اس جماعت کے افراد کو امراء اور وزراء کے پاس بھیج کر ان کی اصلاح کرائی جس کا فائدہ تاریخ کے صفحات سے آج بھی ثابت ہے۔ میں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا۔ 1950 سے اب تک بزرگوں کی ایک جماعت پیدا کرنے میں لگا رہا ہوں۔ اب جب کہ ہماری جماعت میں اچھے بزرگوں اور اولیاء اللہ کی تعداد کافی ہوگئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت دیہات وامصار میں پھیل جائے اور دیہات کے لوگوں کی مذہبی، اخلاقی اور روحانی اصلاح کا کام شروع کردے۔ اس میں مشکل یہ درپیش ہے کہ ہمارے تمام بھائی کاروباری یا ملازمت پیشہ ہیں۔ اس وجہ سے باہر جا کر کام نہیں کرسکتے۔ یہ مجبوری ہے مگر باوجود اس کے ہم کو فوراً یہ کام شروع کردینا چاہیے، ہمیں چاہیے کہ کچھ دن کی چھٹیاں لے کر دیہات میں جائیں اور وہاں توحید و روحانیت کا نور پھیلائیں۔ اس طرح سے جو کچھ تھوڑا بہت تجربہ ہم نے کیا ہے وہ بہت ہی حوصلہ افزا ہے۔ لوگ اس طرح گرتے ہیں جیسے شمع پر پروانے۔ دنیا ہماری منتظر ہے۔ شرابِ توحید و ولایت کے طالب ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تشنہ کام اور مایوس بیٹھے ہیں۔ اس لئے اے میرے دوستو! اب آپ بلا تاخیر یہ کام شروع کردیں۔ اس سے بہتر دنیا میں کوئی عبادت اور نیک کام نہیں۔ کیا عجب بات ہے کہ رب کریم نے یہ عبادت ہمارے حلقہ کی تقدیر میں لکھی ہو کہ ہم بھولے بھٹکوں کو اللہ کا سیدھا اور سچا راستہ دکھائیں۔ ان کو نہ صرف مسلمان بلکہ مومن اور ولی اللہ بنادیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ قرآن کریم کے بھلائے ہوئے سبق پھر یاد آجائیں اور احیائے اسلام کا سہرا پاکستان کے سر رہے۔ امید بہت بڑی اور بضاعت بہت کم ہے۔ گو چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے لیکن خلوص دل اور محنت سے کام کرنے والوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ ضرور نوازتا اور فائز المرام فرماتا ہے'' (**چراغِ راہ**، آٹھواں خطبہ)

# نقوشِ مہرووفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

**مرتب:** سید رحمت اللہ شاہ

حاضرین میں سے کسی بھائی نے کہا کہ باباجی !اس کی ذرا تشریح فرمائیں!یہ جوآتا ہے کہ اے نبی ﷺ ان لوگوں کے ذمہ تیری کوئی چیز نہیں جنہوں نے اپنے صبح وشام ،اپنے آپ کو اللہ کی یاد میں وقف کر رکھا ہے۔بابا جانؒ نے دریافت کیا کہ آیت اصل کیا ہے؟وہ بتائیں! بھائی نے کہا کہ مجھے صرف ترجمہ ہی آتا ہے کہ وہ لوگ جواللہ کی راہ میں وقف ہو گئے،ان کے سلسلہ میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ تمہارے ذمہ کچھ نہیں۔

بابا جانؒ نے فرمایا؛ جو خدا کی محبت میں Devote ہی ہو گئے ان کے لئے یہ ہوسکتا ہے۔کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو شریعت کی پابندیوں سے باہر نکل جاتے ہیں۔یہ ان کے لئے ہو سکتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں شاید اس کا کچھ جواز آتا ہے۔

اللہ نے جب خلیل اللہ بنایا تو انہوں نے اللہ سے پوچھا: یا اللہ! کوئی اور بھی بندہ اس دنیا میں ہے جو تجھے بہت پیارا ہو۔فرمایا کہ ہاں!ہے۔پوچھا کہ کہاں ہے؟فرمایا کہ فلاں فلاں جگہ جنگل میں بیٹھا ہے۔پوچھا کہ مجھے اجازت ہے! کہ میں اس کو دیکھ آؤں؟فرمایا؛ چلو۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) چلے گئے۔اس بتائے ہوئے پتے پر ڈھونڈ لیا۔جنگل تھا۔وہ گھاس میں چوکڑی مارے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اِدھر اُدھر گھاس اُگی ہوئی ہے اور درمیان میں وہ (بندہ) بیٹھا ہے۔جا کر بیٹھ گئے۔اللہ سے کہا کہ اے اللہ! ان کو اجازت دے کہ یہ مجھ سے بات بھی کریں۔انہوں نے آنکھیں کھولیں۔انہوں نے (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) سلام کیا۔انہوں نے جواب دیا کہ آؤ بھئی کہاں سے آئے ہو؟انہوں نے بتایا کہ میں شہر سے آیا ہوں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ آپ ادھر باہر بیٹھے ہیں،

اجازت دیں تو میں آپ کیلئے ایک جھونپڑی بنادوں۔آپ یہاں بیٹھے ہیں۔بارش ہوتی ہوگی۔ ہوا ٹھنڈی لگتی ہوگی، دھوپ بھی لگتی ہوگی۔آپ کے اوپر ایک چھوٹی سی جھونپڑی نہ بنا دوں! انہوں نے کہا:نہیں! ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔یہ دھوپ، آندھی، بارش، اور ہم ایک ہی کنبہ ہیں۔ہمارا سائیں ایک ہی ہے۔ہم سارے کنبہ ہیں۔ہم ایک دوسرے کو تنگ نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا؛ہمیں ضرورت نہیں ان کی۔(ابراہیم علیہ السلام نے کہا)اور کوئی خدمت آپ کے دل میں کوئی خواہش ہو! میں آپ کے لئے کیا کرسکتا ہوں؟ کوئی اور خواہش آپ کی! انہوں نے کہا کہ ہاں ایک دن آسمانوں پر اعلان ہورہا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ابراہیم نامی بندہ ہے اسے اپنا خلیل بنالیا ہے۔بڑی بات ہے! اللہ تبارک وتعالیٰ دوستی یاری کسی اپنے ہم جنس سے ہی کرتا ہے۔اللہ نے بندے کو اپنا خلیل بنالیا ہے۔مجھے بڑا شوق ہے کہ اس کو میں دیکھوں۔اس خلیل کو دیکھنے کا مجھے بڑا اشوق ہے۔انہوں نے کہا کہ میں ہی ہوں۔میں ہی ابراہیم علیہ السلام ہوں۔انہوں نے کہا کہ اچھا اچھا!!! یہ تو اللہ کا بڑا کرم ہوا کہ آپ خود ہی آگئے مجھے ملنے کے لئے۔ باتیں کرتے رہے اللہ کی۔بڑا مزہ آیا مل کر۔میرے دل میں یہ بڑی خواہش تھی۔تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اجازت ہے؟ ہم چلیں؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں نہیں!! کھانے کا ٹائم ہونے والا ہے ہم آپ کو کھانا کھلائیں گے۔کھانا کھا کے پھر جانا۔ کھانا وہاں کہاں! نہ چولہا، نہ چوکا، نہ دوری، نہ ڈنڈا، نہ آٹا، نہ دانہ، یہاں کہاں سے روٹی لائیں گے آپ؟انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے اللہ! تو بادشاہ ہے۔تجھ سے پوچھنے کہنے والا بھی کوئی نہیں۔جسے چاہتا ہے خلیل بنادیتا ہے۔کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔تیرا خلیل روٹی واسطے دوری ڈنڈے کے چکر میں پڑا ہے کہ دوری ڈنڈا ہوگا، نمک مرچ ہوں گے تو تب روٹی ملے گی۔ تیرا خلیل ابھی انہیں چکروں سے بھی نہیں نکلا۔اس نے کہا کہ میاں برخوردار نہ دوری ہے نہ ڈنڈا۔ نہ چکی ہے نہ آٹا۔لیکن تینوں ٹائم روٹی آتی ہے.....

اس کے ساتھ وہ بات کی اللہ سے ابراہیم علیہ السلام نے کہ اے اللہ! اچھا بندہ ملایا ہے۔

اس نے میری خلیل صفت کو پکڑ کر زیرو کر دیا ہے۔ کہ اللہ میاں تو خلیل بنالیتا ہے اور وہ ابھی دوری ڈنڈے کے چکر میں پڑا ہے۔ اچھا بھیجا ہے بندے کے پاس۔ (اللہ نے فرمایا) ابراہیم علیہ السلام! دل ہلکا نہ کر۔ وہ اور ہے۔ تیرا کام اور ہے۔ ان کا کوئی Follower نہیں۔ نہ اس کی امت ہے اور نہ کسی نے اس کو Follow کرنا ہے۔ وہ لوگ سارے اسباب ترک کر کے اس میں چلے گئے۔ ہم نے بھی اسباب ترک کر دیے ان کے لئے۔ ان کو Follow کرنے والا کوئی نہیں۔ آپ علیہ السلام کے پیچھے امتیں چلیں گی۔ انسانیت ساری آپ علیہ السلام کو Follow کرے گی۔ آپ علیہ السلام '**امام الناس**' ہیں۔ آپ علیہ السلام کو ہی امام بنایا ہے۔ آپ علیہ السلام کا مقام یہ ہے۔ یہ آپ علیہ السلام کا ہے۔ وہ اسباب چھوڑ گئے تو ہم نے بھی ان کے لئے چھوڑ دیے، ترک کر دیے۔ تو وہ ایسے ادھر چلے جاتے ہیں۔

وہ ان کی نمازیں ہی ہوتی ہیں لیکن شریعت کے اندر جو ہے اس کے ساتھ نمازیں بھی ہیں۔ ذکر بھی کثرت سے ہے۔ وہ ویسے ہی کرنا ہے۔ جو بہترین عبادت کی فارم ہے وہ نماز ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ یہ مومن کی معراج ہے۔ اس کا قیام، رکوع و سجود کرنا۔ ساری کائنات ایسے ہی کھڑی ہے۔ کوئی قیام میں ہے۔ کوئی رکوع میں ہے۔ کوئی سجود میں ہے، اور کوئی تسبیح کر رہی ہے۔ مومن کی نماز جو ہے وہ سب کو Cover کرتی ہے۔ سب پر حاوی ہے۔ وہ قیام بھی کرتا ہے۔ وہ رکوع بھی کرتا ہے بلکہ انسانوں میں بھی حضور ﷺ نے فرمایا کہ رکوع صرف مجھے دیا گیا ہے۔ کسی امت کی نماز میں رکوع نہیں ہے، یہ مجھے دیا گیا ہے۔ نمازیں وہ بھی پڑھتے تھے لیکن وہ جو **الیوم اکملت لکم دینکم** (سورۃ المائدہ ۵۔ آیت ۳) وہ دین مکمل یہاں آ کے ہوا ہے۔ یہ نمازیں۔ یہ اخلاق۔ **انک علی خلق عظیم** ۔ (سورۃ القلم ۶۸۔ آیت ۵۸) آپ ﷺ خلق عظیم پر آئے تو امت بھی خلق عظیم پر ہوگی۔ حامل خلق عظیم یہ ہوگی۔ جب استاد ہی خلق عظیم پر فائز نہ ہو تو امت کیسے خلق عظیم پر پہنچے گی۔ حضور ﷺ ہی خلق عظیم پر فائز ہوئے اور آپ ﷺ نے ہی یہ تعلیم دی تھی۔ انبیاء اس لئے خواہش کرتے رہے کہ یا اللہ ہم بھی اس امت میں آئیں

جب دین کی تکمیل ہو جائے گی۔اس وقت تو Partial ہوتا تھا۔وہ اس میں آنے کی خواہش کرتے تھے کہ ہم بھی اس میں آئیں۔پیغمبر پیغمبر ہوتا ہے۔امتی امتی ہوتا ہے۔لیکن پھر بھی ان کی خواہش تھی کہ دین کی وہ بہار کمال دیکھیں جس میں سب کچھ پورا ہو جائے گا۔

حاضرین میں سے ایک مہمان بھائی نے قبلہ بابا جانؒ سے کہا کہ یہ جو آپ بیان کر رہے ہیں یہ بھی تو ویسے ہی ہے جیسے وحی کی باتیں ہیں۔آپؒ اللہ کے نبی ﷺ کی باتیں بتا رہے ہیں۔جیسے اللہ کا نبی پہنچاتا ہے ویسے اس کے بندے بھی لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ان کے بھی درجے ہیں۔

بابا جانؒ نے فرمایا کہ ہاں جی ان کے لئے بھی بڑا ہے۔ہمارا درجہ تو سب کا ہے ہی۔ علامہ کہتا ہے کہ

؎　دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان

وہ رسول ﷺ جو ہیں وہ اس دنیا میں بھی میزان اور قیامت میں بھی میزان۔یہاں بھی ہماری Measurement ان سے ہی ہوتی ہے۔ہم کیا کرتے ہیں؟ ان (رسول اللہ ﷺ) سے بڑھ کے کیا تو وہ بھی رد کر دیا جائے گا۔تھوڑا ہوا تب بھی رد کر دیا جائے گا۔ان کے برابر وہی مقبول ہے، جہاں وہ ہیں۔اس سے اوپر نیچے ہمارے کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ہماری Measurement سادی ہی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کو کہاں تک اپنا لیں گے۔ہمارا معیار وہی ہے۔اس سے زیادہ نہیں ہے۔اس میں ہمارا دنیا میں بھی میزان ہے۔

فوجیوں کی وردی ہوتی ہے تو وہ دے دیتے ہیں کہ یہ Pattern لے لیں جی۔ایسی وردی ہوگی۔اس وردی میں سلائی بھی بیان ہوتی ہے کہ ایک انچ میں اتنے ٹانکے ہوں گے۔اس کے مطابق ہی لگنے چاہئیں۔جیب اتنے فاصلے پر لگی ہو گی۔اتنی اونچی لگی ہو گی۔جو Pattern دیتے ہیں سارا Uniform اس کے مطابق بنایا جاتا ہے۔وہ (رسول اللہ ﷺ) Pattern ہیں۔وہ نمونہ ہیں۔اس کے مطابق ہی ہمارا سب کچھ ہو گا۔وہ مکمل بھی ہیں۔اکملت لکم دینکم یہاں پر پورا ہو گیا۔جو چل رہا تھا وہ یہاں آ کر پورا ہو گیا۔علی خلق عظیم

پر بھی آپ ﷺ پہنچ گئے ۔ آپ ﷺ نے ہی خلق عظیم سکھانا ہے ۔ جو پیغمبر خلق عظیم پر نہیں تھا اس کی امت میں خلق عظیم کیسے پیدا ہو سکتا تھا؟ آپ ﷺ کی امت میں ہی خلق عظیم والے پیدا ہوں گے۔ کوئی ایک ہی کیوں نہ ہو ۔ چند ہی کیوں نہ ہوں ۔لیکن آپ ﷺ کی امت میں سے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میری امت کے اصحاب ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں۔ وہ درجات اور ان کی ہمت ۔

ہمارے ہاں تو جو کچھ بھی ہے وہ سب رسول اللہ ﷺ کی امانت ہے ۔روحانیت ہے تو سب نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی امانت ہے ۔روحانیت آپ ﷺ کا عطیہ ہے جو سینہ بہ سینہ چلتا ہے، اور مرشد سے ہی ملتا ہے ۔اور ملتا بھی نہیں کہیں سے ۔ایسے نہیں آئے گا کہیں سے ۔ یہ علم وہاں سے ملا ہے ۔ یہ جذب جو ہے ۔اندر یہ جو Magnatism ہے ۔وہ اندر جو خدا کے لئے پیار کی آس ہے، وہ مرشد کے سینہ ہی سے ملتی ہے ۔ویسے نہیں وہ ملتی ۔ویسے وہ خشک ہی رہے گی ۔وہ مولانا رومؒ ابتداء ہی وہاں سے کرتے ہیں؛

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیب جملہ علّت ہائے ما

میری ساری بیماریوں کا صرف تو ہی حل ہے کہ عشق تو ہی آ جا تو سارا کام ہو جائے۔ سارے کام ٹھیک تب ہی ہو سکتے ہیں ۔اس کے بغیر نہیں ہو سکتے ۔وہ آئے گی تو بات بنے گی۔ خدا کے ساتھ پیار، وہ والہانہ محبت، اور ساری بات ۔

## قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے خطوط بنام: چوہدری محمد حسین

مورخہ: 27.06.2003

برادرانِ سلسلہ عالیہ ! السّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ !

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں بانیٔ سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے دامن سے وابستہ فرمایا، ان کی دی ہوئی اسلام کی سچی تعلیم کا علمبردار بننے کی توفیق بخشی اور اس کی اشاعت کیلئے ایک مرکز تعمیر کرنے کی ہمت عطاء فرمائی۔ یہ ایک عظیم کام تھا جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ بھائیوں کے پُرخلوص تعاون کی بدولت موجودہ مرحلے تک پہنچا ہے۔ اس کام میں پرانے، نئے اور بیرون مُلک مقیم بھی بھائیوں نے جس ذوق وشوق کا مظاہرہ کیا وہ قابل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی مزید محبت سے نوازے، دُنیا اور روحانیت کے بلند مرتبے عطاء فرمائے اور اپنے مقربین میں شامل فرمائے۔ آمین۔

توحیدیہ مرکز کی تعمیر کے کام میں ہمارے بھائی شیخ محمد اسلم صاحب نے جس ایثار اور لگن سے حصہ لیا وہ ہم کبھی بُھلا نہ پائیں گے۔ انہوں نے نہ صرف لاکھوں روپے کا عطیہ دیا بلکہ اپنے کاروبار سے گیارہ لاکھ روپے نکال کر تعمیر میں صرف کر ڈالے تا کہ مرکز کی مین بلڈنگ مکمل ہو جائے تو پھر یہ رقم بعد میں بھائی ادا کر دیں گے۔ لیکن شیخ صاحب کے لاہور منتقل ہو جانے کے باعث صورت حال بدل گئی اور اب یہ رقم ہمیں شیخ صاحب کے بھائیوں کو ادا کرنی ہے۔ گزشتہ برسوں میں ہم نے قرض کی رقم کا بہت بڑا حصہ الحمدللہ لوٹا دیا ہے۔ اب چار لاکھ سے کچھ اوپر رقم واجب الادا ہے جس کی جلد واپسی کیلئے تقاضہ کیا جا رہا ہے۔

تمام بھائی ماہوار حلقہ فنڈ کی ادائیگی میں کوتاہی یا سستی ہرگز نہ دکھائیں، سُستی نہ تو اللہ کو پسند ہے اور نہ ہی اللہ والوں کو زیب دیتی ہے۔ خادمانِ حلقہ کو چاہیے کہ ماہوار فنڈ کی وصولی کیلئے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں اور بھائیوں کو ترغیب دیں کہ بانیٔ سلسلہؒ کی ہدایت کے مطابق

ہر بھائی اپنی ماہانہ آمدنی کا اڑھائی فیصد اللہ تعالیٰ کی راہ میں بغیر کسی کے مانگے خوشی خوشی دیا کریں۔

میں اپنے پُرعزم بھائیوں اور جواں ہمت بیٹوں سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ یہ ثابت کردیں کہ توحیدیہ مشن کیلئے ان کے دل قربانی کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ یہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ صدقات کا حکم دیتا ہے اور شیطان مال کی کمی اور فاقوں سے ڈراتا ہے۔

مورخہ: 28.06.2003

السَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ !

یہ جان کر بھی خوشی ہوئی کہ میری اپیل کا خاطر خواہ اثر ہوا ہے اور خادم و مخدوم سب حرکت میں آگئے ہیں۔ الحمد للہ! اب اس حرکت اور بیداری کو قائم رکھنا ہے ہمیں اپنے مرشد کے پیام کو عام کرنا ہے اور اسے حتی الامکان دُور دُور تک پہنچانا ہے، جو ہمارے بس میں ہے، وہ ہمیں ضرور کرنا ہے۔ اور کرنا چاہیے یہی ہماری کامیابی ہے، آگے اللہ کی مرضی جو چاہے کرے۔

جو بھائی اپنے کام کی نوعیت کے باعث حلقہ میں نہیں آسکتے یا سستی کرتے ہیں تو بھائیوں کو چاہیے کہ ان کی خبر گیری کریں انہیں ملتے رہیں، بھائی اتنی آسانی سے نہیں بنتے کہ انہیں آسانی سے چھوڑ دیا جائے۔

ہمارا سارا سلسلہ ہی خدمت گاروں کا ہے۔ ہمارا کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور حضور نبی کریم ﷺ کی خوشنودی کی خاطر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی راہ پر لگانا ہے۔ اور یہ کام ہر بھائی کو کرنا ہے۔ اس سال کے خطبہ میں جو پیغام دیا گیا ہے اسے عملی طور پر صورت پذیر کرنا ہے۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم کو پہنچانا ہے۔ لوگوں کو نماز، تلاوتِ قرآن کریم، کثرتِ ذکر اور توکل علی اللہ والی زندگی کا تعارف کروانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ کی باتیں ضائع ہرگز نہ جائیں گی۔ والسّلام

# کلمہ طیّبہ کی فضیلت

(مرسلہ: فہد محمود بخاری)

کلمۂ طیبہ جس کو کلمۂ توحید بھی کہا جاتا ہے، جس کثرت سے اس کا ذکر قرآن پاک اور احادیث شریف میں کیا گیا ہے، شاید ہی اس کثرت سے کوئی دوسری چیز ذکر کی گئی ہو۔ قرآن پاک میں مختلف عنوانات اور مختلف ناموں سے اس پاک کلمہ کا ذکر کیا گیا ہے ۔ **قولِ ثابت**، **کلمۂ تقویٰ** ، مَقَالِیْدُالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں) وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔

امام غزالیؒ احیاء العلوم میں نقل فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ توحید ہے، کلمۂ اخلاص ہے، کلمۂ تقویٰ ہے، کلمۂ طیبہ ہے، "عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی" ہے، دَعْوَۃُ الْحَقِّ ہے، "ثَمَنُ الْجَنَّۃِ" ہے۔ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا "**افضل الذکر**" ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی **کلمۂ توحید** پر ہے۔ یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے۔

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے، ایمان کی جڑ ہے، اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی، اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی۔ ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دُنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کہنے والا کوئی زمین پر ہو"۔

**ترجمۂ حدیث:** "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اُٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: مجھے احادیث پر تمہاری شدّت طلب دیکھ کر ہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھے گا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے اس سوال کا جواب

ارشادفرمایا کہ سب سے زیادہ سعادت منداور نفع اُٹھانے والامیری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگاجودِل کے خلوص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کہے۔" (رواہ البخاری)

**ترجمہ حدیث :** حضوراقدس ﷺ کاارشاد ہے کہ میں ایک ایساکلمہ جانتاہوں کہ کوئی بندہ ایسانہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اوراسی حال میں مر جائے، مگر وہ جہنم پر حرام ہوجائے۔وہ کلمہ" لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ "ہے۔ (رواہ الحاکم)

**ترجمہ حدیث :** "حضورنبی کریم ﷺ کاارشادہے کہ: 'لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ "کااقرارکرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔" (رواہ احمد)

**ترجمہ حدیث :** "حضورنبی کریم ﷺ کاارشادہے کہ عرش کے سامنےنور کاایک ستون ہے جب کوئی شخص" لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ "کہتا ہےتو وہ ستون ہلنےلگتا ہے۔اللہ تعالیٰ کاارشادہوتا ہے کہ ٹھہر جا۔وہ عرض کرتا ہے کیسے ٹھہروں حالانکہ ابھی تک کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی مغفرت نہیں ہوئی۔ارشادہوتا ہے کہ اچھا! میں نے اس کی مغفرت کردی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔" (رواہ الترغیب)

**ترجمہ حدیث:** "حضورنبی کریم ﷺ کاارشادہے کہ جوشخص بھی اس حال میں مرے کہ: "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُـحَـمَّدُ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کی دل سے شہادت دیتاہوضرورجنت میں داخل ہوگا۔دوسری حدیث میں ہے کہ ضروراللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے۔"

(رواہ احمد، نسائی و الحاکم و الترمذی)

کلمہ طیبہ کاسراسرنُوروسروررہونابہت سی روایات سےمعلوم ومفہوم ہوتا ہے۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیاہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اورپانچ ہی ان کے لئے چراغ ہیں:

1- دُنیا کی محبت اندھیرا ہے،جس کاچراغ تقویٰ ہے۔
2- گناہ اندھیرا ہے،جس کاچراغ توبہ ہے۔

3- قبر اندھیرا ہے،جس کا چراغ ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' ہے۔

4- آخرت اندھیرا ہے،جس کا چراغ نیک عمل ہے۔

5- پُل صراط اندھیرا ہے،جس کا چراغ یقین ہے۔

رابعہ عدویہؒ مشہور ولیّہ ہیں،رات بھر نماز میں مشغول رہتیں،صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سو رہتیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا کر اُٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتی رہے گی؟عنقریب قبر کا زمانہ آنے والا ہے،جس میں صور پھونکنے تک سونا ہی ہو گا۔جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیت فرمائی کہ یہ اُونی گدڑی(جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا۔چنانچہ حسب وصیت تجہیز و تکفین کر دی گئی۔بعد میں اس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں۔اس نے دریافت کیا کہ:وہ آپؒ کی گدڑی کہاں گئی جس میں کفن دیا گیا تھا!فرمایا لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کر سکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابل رشک بن جاؤ گی۔

متعدد احادیث میں یہ بھی ارشاد نبوی ﷺ وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ '' نصیب ہو جائے اس کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں،جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر۔جس شخص کو مرتے وقت یہ کلمہ نصیب ہو جائے تو پچھلی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ایک حدیث میں ہے کہ اپنے مُردوں کو ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کا توشہ دیا کرو۔''

ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' ہے۔''

اور ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ '' سو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایسا ہے گویا اس کے ثواب نے تمام زمین و آسمان کو بھر دیا۔اس سے بڑھ کر کسی کا عمل کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔

# ایمان کی حقیقت

(مولانا وحید الدین خان)

ایمان کی ابتداء زبان کے اقرار سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا یہ ہے کہ اسی پر قائم رہتے ہوئے آدمی اپنی جان دے دے ۔ یہ وہ عہد ہے جو بندہ اپنے اللہ تعالیٰ سے اس بات کیلئے کرتا ہے کہ وہ ساری عمر اس کا وفادار رہے گا ، ایمان اس کیفیت کا نام ہے جو حقیقت کے صحیح اور مخلصانہ شعور سے پیدا ہوتی ہے ۔ جب آدمی اس حیرت انگیز کائنات کے پیچھے ایک لامحدود قوت کا مشاہدہ کرلیتا ہے ، جب وہ خدا کے رسول ﷺ کو تسلیم کر کے اس کے تمام فیصلوں پر راضی ہوجاتا ہے ، جب اس کا دل پکار اُٹھتا ہے کہ تخلیق کا یہ عظیم منصوبہ بے مقصد نہیں ہے بلکہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جب ماضی اور مستقبل کے تمام انسانوں کو جمع کر کے ان کا حساب لیا جائے تو اسی کیفیت کے مجموعہ کو ہم ایمان سے تعبیر کرتے ہیں ۔

**ایمان** کی اصل روح اعتماد کرنا ہے ، یہ اعتماد ایک ایسی ہستی کے بارے میں ہوتا ہے جس کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے ۔ اس لئے اس میں یقین کا مفہوم پیدا ہوا ، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو اس کی تمام صفات کے ساتھ ماننے کے لازم معنی یہ ہیں کہ اس کے غضب سے ڈرا جائے اور اس کے عذاب سے بچنے کی فکر کی جائے ، اس لئے اس کے ساتھ تقویٰ اور خوف کا ہونا ضروری ہے ۔ اگر قرآن کے تصوّرِ ایمان کی تشریح کیلئے تین الفاظ: **یقین ، اعتماد ، اور خوف** .... کو اکٹھا کر دیں تو ہم اس کی روح کے بالکل قریب پہنچ جاتے ہیں ۔ ایمان اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر کلی اعتماد کا نام ہے ، جو یقین کامل سے پیدا ہوتا ہے ، اور اللہ تعالیٰ سے اس خوف کا نام ہے جو آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ کسی پولیس اور فوج کے تسلط کے بغیر خود سے اسکی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کرے ۔

یہ یقین جو ایمان کا پہلا جزو ہے، یہ خارج سے درآمد کی ہوئی کسی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ اس حقیقت کا زندہ شعور ہے جو خود انسان کی فطرت میں چھپی ہوئی ہے۔انسان کائنات پر غور کرتا ہے۔ رسول کریمﷺ کی تعلیمات کو دیکھتا ہے اور اپنے اندر سے اُٹھنے والی آواز پر کان لگاتا ہے تو یہ تینوں چیزیں بالکل ایک معلوم ہوتی ہیں ۔اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کوئی ایک ہی پیغام ہے جو ایک وقت میں تین مختلف مقامات سے نشر ہو رہا ہے ۔اللہ کا رسولﷺ جس حقیقت کی خبر دیتا ہے، کائنات پوری کی پوری اس کی ہم آہنگ معلوم ہوتی ہے اور انسان کی اندرونی آواز ہمہ تن اس کی تصدیق کرتی ہے ۔وہ کتاب الٰہی میں جو کچھ پڑھتا ہے زمین و آسمان کے اندر اسی کو دیکھتا ہے اور جو کچھ پڑھتا ہے اور دیکھتا ہے اس کی فطرت اس کو اس طرح قبول کر لیتی ہے جیسے کسی خانے میں بالکل اسی سائز کی چیز رکھ دی گئی ہو۔مگر یقین کی یہ کیفیت کسی کو خود بخود حاصل نہیں ہوتی۔ جس طرح فطرت کی ہر صلاحیت اسی وقت روبکار آتی ہے جب اس کو نشو و نما دے کر اُبھارا جائے، کائنات کا ہر راز اسی وقت انسان کے اوپر بے نقاب ہوتا ہے جب اس کی تلاش میں وہ اپنے آپ کو گم کر چکا ہو۔اور کسی کتاب کے مضامین اسی وقت آدمی پر کھلتے ہیں اور اسے فائدہ پہنچاتے ہیں جب اس کا گہرا مطالعہ کر کے اس کے مطالب کو اخذ کیا جائے ۔ٹھیک اسی طرح یقین بھی آدمی کو اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ اپنی قوت ارادی کو اس کیلئے کام میں لائے ۔یہ اگر چہ کائنات کی واضح ترین حقیقت ہے مگر اس دنیا کیلئے اللہ تعالیٰ کا قانون یہی ہے کہ آدمی کو وہی کچھ ملے گا جس کیلئے اس نے جدو جہد کی ہو۔

ایمان کا دوسرا جزو اعتماد ہے ۔اپنی ذات اور کائنات کا مطالعہ جہاں آدمی کو ایک طرف یہ بتاتا ہے کہ ایک عظیم خالق اور کارساز ہے جو اس کارخانے کے تمام واقعات کا حقیقی سبب ہے۔ اسی کے ساتھ اور عین اسی وقت اس کو دو اور باتوں کا شدید احساس ہوتا ہے ۔ایک اپنی انتہائی بے چارگی کا اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات کا۔وہ دیکھتا ہے کہ وہ اپنے وجود کیلئے بے شمار چیزوں کا ضرورت مند ہے ۔مگر وہ کسی ایک چیز کو بھی خود سے نہیں بنا سکتا۔

وہ ایک کمزور بچہ کی شکل میں پیدا ہوتا ہے اور بڑھاپے کی ناتوانیوں کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے ۔وہ ایک ایسی زمین پر کھڑا ہے جو فضاء کے اندر معلق ہے، جس کے توازن میں معمولی بگاڑ بھی آجائے تو اس کو تباہ کر دینے کیلئے کافی ہے، وہ اپنے آپ کو ایک ایسی عظیم کائنات کے اندر گھرا ہوا پاتا ہے، جس پر اسے کوئی اختیار نہیں ۔ان حالات میں اس کو اپنا وجود بالکل بے بس اور حقیر معلوم ہونے لگتا ہے دوسری طرف وہ دیکھتا ہے کہ وہ سب کچھ جس کی اسے ضرورت تھی ،اس کے لئے مہیا کر دیا گیا ہے ۔اس کو ایسا جسم دیا گیا ہے جو دیکھتا ہے، جو سنتا ہے، جو بولتا ہے، جو سوچتا ہے اور اس کی قوتوں کو برقرار رکھنے کیلئے ایک خود بخود چلنے والی مشین کی طرح مسلسل کام کر رہا ہے، وہ دیکھتا ہے کہ زمین و آسمان کی ساری قوتیں پوری ہم آہنگی کے ساتھ اس کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں ۔اس کو اپنا وجود مجسم احسان نظر آنے لگتا ہے ۔اس کے اندر بے پناہ جذبۂ شکر اُمڈتا ہے اور وہ احسان مندی کے جذبہ سے لبریز ہو جاتا ہے ۔یہ واقعہ اس کو مجبور کرتا ہے کہ اس ہستی کو اپنا سب کچھ قرار دے، جس نے یہ سارا انتظام اس کے لئے کیا ہے، پہلی چیز اس کو اپنی مکمل بے بسی کا یقین دلاتی ہے، اس کو شدید احساس ہوتا ہے کہ کوئی بلند تر قوت ہو جو اس کی دستگیری کرے، اور دوسرا احساس اس کی اس طلب کا جواب بن کر سامنے آتا ہے ۔جو مطالعہ اس کو اپنے اندر خلاء کا احساس دلاتا ہے وہی مطالعہ بیک وقت اس خلاء کو پُر بھی کر دیتا ہے ۔

ایمان کا تیسرا جزو ''**خــــوف**'' یہ خوف ایمان کے ابتداءدو اجزاء، یقین اور اعتماد سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اس کا لازمی نتیجہ اور اس کی تکمیل ہے ۔ایک طرف وہ خدا کو دیکھتا ہے جو عدل وحکمت کا خزانہ ہے ۔دوسری طرف کائنات کو دیکھتا ہے تو اس کا دل پکار اُٹھتا ہے کہ اتنا بڑا تخلیقی منصوبہ بے مقصد نہیں ہو سکتا ۔پھر جب وہ زمین پر بسنے والے انسانوں کو دیکھتا ہے جن میں ظالم بھی ہیں اور مظلوم بھی، اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی، تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ محاسبہ کا ایک دن آنا ضروری ہے، جہاں سچوں کو ان کی سچائی کا اور برُوں کو ان کی بُرائی کا بدلہ دیا جائے ۔

ربّ العالمین پر اعتماد ہی اس کیلئے ربّ سے خوف کی بنیاد بن جاتا ہے۔

یہ خدا کا خوف اس قسم کی کوئی چیز نہیں ہے جو کسی ڈراوٗنی چیز کو دیکھ کر آدمی کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسا جذبہ ہے جس کو کسی بھی ایک لفظ سے صحیح طور پر تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ انتہائی اُمید اور انتہائی اندیشہ کی ایک ایسی ملی جلی کیفیت ہے جس میں بندہ کبھی یہ طے نہیں کر پاتا کہ دونوں میں سے کس کو فوقیت دے۔ یہ سب کچھ کر کے اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے کا وہ اعلیٰ ترین احساس ہے جس میں آدمی کو صرف اپنی ذمہ داریاں یاد رہتی ہیں اور اپنے حقوق کو وہ بالکل بھول جاتا ہے۔ یہ محبت اور خوف کا ایک ایسا مقام ہے جس میں آدمی جس سے ڈرتا ہے اسی کی طرف بھاگتا ہے، جس سے چھیننے کا خطرہ محسوس کرتا ہے اسی سے پانے کی بھی اُمید رکھتا ہے، یہ ایک ایسا اضطراب ہے جو سراپا اطمینان ہے اور ایسا اطمینان ہے جو سراپا اضطراب ہے۔

یہ ایمان کے تین نمایاں پہلو ہیں ۔ایمان دراصل اس کیفیت کا نام ہے، جو خدا کے خوف، اس پر مکمل اعتماد اور اس کے بارے میں کامل یقین سے پیدا ہوتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسولوں پر اور اس کے احکام پر ایمان لائے، اپنا سب کچھ اس کو سونپ دے، اس کے تمام فیصلوں پر راضی ہو جائے، وہ مومن ہے ۔ایمان عقل کیلئے ہدایت اور روشنی ہے اور دل کیلئے طہارت اور پاکیزگی۔ اس لئے یہ عقل اور ارادہ دونوں کو ایک ساتھ متاثر کرتا ہے اور خیالات و اعمال سب پر حاوی ہو جاتا ہے۔قرآن کی زبان میں مومن وہ شخص ہے جو خدا کا خالص اور وفادار بندہ ہے اور اسکے احکام پر یقین و اعتماد کی ساری کیفیات کے ساتھ اطاعت کا معاہدہ کرتا ہے۔

# دُعا اور تعمیرِ سیرت

( محمد بشیر جمعہ )

## دُعا انسانی فطرت ہے

علامہ فضل الٰہی عارف اپنی کتاب فلسفۂ دُعا میں لکھتے ہیں:

دُعا مانگنا حسین انسانی فطرت کا تقاضا ہے چنانچہ جب ہم مبتلائے آلام ہوتے ہیں اور مصیبتیں ہمیں چاروں طرف سے آگھیرتی ہیں تو ہمارے ہاتھ دُعا کیلئے بے اختیار اُٹھ جاتے ہیں۔ دلِ مضطرب سے معاً الفاظ پکار بن کر نکلتے ہیں، بے ساختگی میں نکلی ہوئی یہی آواز دُعا کہلاتی ہے۔ مصیبت میں پکارنے کی جبلت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔انسان اپنے اس جبلی ادراک کے تحت ایک برتر ہستی کے سامنے اپنے عجز کا اعتراف کرتا ہے اور اسے فریادرس سمجھ کر امداد و اعانت کا طالب ہوتا ہے۔دینِ فطرت کا ترجمان بھی اس انسانی فطرت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتا ہے۔ جب انسان کو کوئی نقصان پہنچتا تو اپنے پالنے والے کو پکارتا ہے اور ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ پکارنے کی اس جبلت کی تعدیل کی صحیح صورت اللہ اور صرف اللہ سے دُعا مانگنا ہے۔

**سعی و عمل کے ساتھ دُعا:** فلسفۂ دُعا کے مصنف آگے لکھتے ہیں کہ تجربہ اور وجدان اس امر پر کافی دلائل رکھتے ہیں کہ محض عمل کافی نہیں بلکہ کامیابی کیلئے سعی و عمل کے ساتھ ساتھ دُعا کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔تائیدِ ایزدی کے ہم ہر حال میں محتاج ہیں۔اکثر اوقات ہمارے ارادے اور کام شرمندہ تکمیل نہیں ہو پاتے، حالانکہ اپنی فہم و فراست کے مطابق ہم نے درست ذرائع کام میں لائے ہوئے ہوتے ہیں۔حضرت علیؓ اسی حقیقت سے وجودِ الٰہ پر حجت قائم کرتے ہیں۔آپؓ کا مشہور قول ہے: میرے کچھ ارادے تھے جو پورے نہ ہو سکے، میرے کچھ عزائم تھے جو ٹوٹ گئے حالانکہ میں نے پوری کوشش کی تھی اور صحیح طریقہ کار اختیار کیا تھا، اس سے میں نے سمجھ لیا کہ مجھ سے بالا کوئی ہستی ضرور ہے، جب تک وہ نہ چاہے

میرا کوئی کام پایۂ تکمیل کونہیں پہنچ سکتا۔دُعا یقیناً ہمارے عزائم اور ہمارے ارادوں کو کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار کرنے میں مدد دیتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں جنگ میں فلاح و کامرانی کیلئے عمل یعنی ثابت قدمی کے ساتھ ذکر اللہ ضروری قرار دیا ہے۔

**بے چینی اور افسردگی کے اسباب اور دُعا کے ذریعے اطمینان قلب:**

ہم بے چین، مایوس اور پریشان اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ ہم نے کسی سے اُمیدیں لگا رکھی ہوتی ہیں اور جب وہ اُمیدیں پوری نہیں ہو پاتیں تو ہم افسردگی کا شکار ہوتے ہیں۔ عدم سکون کا دوسرا باعث ''ہل من مزید'' کا رجحان ہے یعنی ایک خواہش اگر پوری بھی ہو جائے تو تسلی نہیں ہوتی بلکہ اس سے ایک اور خواہش پیدا ہوتی ہے اور بالآخر یہ اپنے جلو میں حرمان و یاس کو لاتی ہے۔لمبی لمبی اُمیدیں اور خواہشات یقیناً عدم اطمینان کی طرف رہنمائی کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ دینِ فطرت نے ''**طول امل**'' کی پرزور مذمت کی ہے اور ہمیشہ قناعت کی تعلیم دی ہے۔

دُعا اطمینان قلب کیلئے بہترین ذریعہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں جو دُعائیں بھی مانگی جائیں گی ان میں غیر ضروری خواہشات کو دخل نہیں ہوگا۔دُعائیں ہماری آرزوؤں، تمناؤں اور خواہشوں میں نکھار پیدا کرتی ہیں اور ہمیں قناعت کی دولت بخشتی ہیں۔دُعا کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اطمینان قلب کی نعمت خودبخود حاصل ہوجاتی ہے۔دِل، انقباض کے بعد ایک قسم کی طمانیت، کشادگی اور رنج والم کے بعد فرحت محسوس کرتا ہے۔تکلیف میں ہم دُعا مانگتے ہیں تو اس وقت صرف دل کا اطمینان مدِنظر نہیں ہوتا بلکہ ہماری خواہش ہوتی ہے کہ وہ مصیبت دُور ہو جائے یا کوئی آرزو پوری ہو۔چنانچہ دُعا کے بعد خواہ مصیبت دُور ہو یا نہ ہو، آرزو پوری ہو یا نہ ہو دِل کو تسلی ضرور ہوتی ہے۔تضرع اور گڑگڑا کر دُعا مانگنے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔غم و یاس کے بادل جو دل و دماغ پر چھائے ہوتے ہیں وہ اشک بن کر برس جاتے ہیں اور اس طرح دکھ درد کی تلخی کم ہوجاتی ہے۔قرآن حکیم میں ہے: ''اچھی طرح یاد رکھو! ذکر اللہ سے دل اطمینان پاتے ہیں۔''

## دُعا اور انسانی سیرت:

دُعا خدا کی معیت اور مدد کی نشاندہی بھی کرتی ہے اس لئے ہر قسم کی گھبراہٹ اور پریشانی کے وقت، اس کا اثر خوب ظاہر ہوتا ہے۔ جب انسان کو یاد آجائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے تو سب خوف دُور اور کافور ہو جاتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ "اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" کا یقین سکینت کے نزول کا باعث بنتا ہے۔ استجابت دُعا پر یقین رکھنے والا کبھی یاس کے سامنے سپر انداز نہیں ہوسکتا۔ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے تو پھر مایوسی اور قنوطیت کیسی! قرآن کریم میں ارشاد ہے: "اپنے نفسوں پر زیادتی کرنے والے میرے بندو! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔" دُعا کی سب سے بڑی خوبی اور بہترین ثمر انقلابِ نفس ہے کیونکہ اس کے بعد انسان ظلمت سے نور کی طرف پستی سے بلندی کی طرف اور ملوثات سے پاکیزگی کی طرف آجاتا ہے۔ نیک خواہشات حضورِ قلب اور ربّ العزت کی بارگاہ میں حاضری کا احساس مل کر یقیناً انسان کی سیرت میں نمایاں تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو اس لئے اللہ تعالیٰ مانگنے کو بہت پسند فرماتا ہے اور بہترین عبادت، کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔" (ترمذی)

حدیث قدسی ہے: اے میرے بندو! بے شک اگر تمہارا پہلا شخص اور آخری شخص تمام انسان اور جنات ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور پھر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کو عطاء کر دوں جو کچھ اس نے مانگا ہو تو بھی میرے خزانہ قدرت میں اتنی بھی کمی نہیں ہوگی جتنی سمندر میں سوئی ڈبو کر نکال لینے سے ہوتی ہے۔ (صحیح **مسلم**)

جامع ترمذی میں ہے: اپنی دُعاؤں کے قبول ہونے کا یقین رکھتے ہوئے (حضورِ قلب) سے دُعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ایسی دُعا کو قبول نہیں فرماتا جو غافل اور بے پرواہ دل سے نکلی ہو۔

# حقیقی کامیابی

(مولانا منظور یوسف)

اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومنون کے آغاز میں اہل ایمان کی وہ خاص صفات ذکر فرمائیں جن پر اہل ایمان کی کامیابی کا دارومدار ہے۔

﴿ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝﴾ (المومنون: آیت: 1-2)

''تحقیق ایمان والے کامیاب ہوگئے، جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔''

جن لوگوں میں یہ خوبیاں پائی جائیں، وہ مال و دولت نہ ہوتے ہوئے بھی کامیاب ہیں، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی کامیابی کیلئے ''فلاح'' کا لفظ استعمال کیا ہے، وہ مبارک لفظ جو روزانہ اللہ کی طرف منادی کرنے والا موذن بیس بار دہراتا ہے، چنانچہ روزانہ پانچ نمازوں کیلئے پانچ بار آذان ہوتی ہے اور ہر اذان میں دو بار یہ کلمہ مشروع قرار دیا گیا ہے، یوں یہ مبارک کلمہ دس بار اذانوں میں دہرایا جاتا ہے اور اقامت میں ذکر کیا جاتا ہے، بار بار اس کامیابی کو دہرانے کا مقصد یہی ہے کہ انسان سمجھ لے کہ کامیابی وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی بتایا ہے، دنیا کی عارضی کامیابیوں سے وہ دھوکہ نہ کھائے، آج کوئی کہتا ہے کہ جس کو مالداری مل جائے وہ کامیاب ہے۔ کوئی اعلیٰ ہنر میں کامیابی کا راز سمجھتا ہے، کسی کی سوچ ہے کہ ملک گیری میں کامیابی کا ذریعہ ہے، یہ سارے کامیابی کے راز بندوں کے متعین کردہ ہیں لیکن حقیقی کامیابی کا راز وہی ہے جو خالق انسان اللہ جل جلالہ نے مقرر فرمایا، وہ کامیابی ہر انسان حاصل کرسکتا ہے، اس کے لئے مال و متاع کی ضرورت نہیں، بلکہ مبارک اعمال کی ضرورت ہے، انسان کے بدن سے نکلنے والا ہر عمل شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہو، زبان سے ادا ہونے والا کوئی بول شریعت کے خلاف نہ ہو، زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی مرضیات اور رسول اکرم ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرے، تو یہ انسان کی

بہترین کامیابی کی بہترین خوبیوں میں سے ہے، جوبھی کامیابی کی ان خوبیوں کواپنائے گا، وہ کامیاب ہو جائے گا۔ان بہترین خوبیوں میں سے پہلی خوبی ایمان ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''کامیاب ہو گئے ایمان والے۔''

**نمازوں میں خشوع:** فرمایا کہ کامیاب ہو گئے وہ ایمان والے جو نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

## خشوع کے معنی:

نماز کی بہتری کیلئے ''خشوع'' اور ''خضوع'' کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

''**خشوع**'' کہتے ہیں اپنے دل کو جھکانا اور ''**خضوع**'' کہتے ہیں ظاہری اعضاء کو جھکانا، یعنی اللہ تعالیٰ کی بے حد تعظیم اور اس کے انتہائی خوف کی وجہ سے آدمی کا دل اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس کے اعضا حرکت نہ کریں، دائیں بائیں توجہ نہ کرے اور اپنے کپڑوں اور جسم کے ساتھ نہ کھیلے، جمائی لینے، انگڑائی لینے سے اجتناب کرے، آدمی کا دل مکمل نماز کی طرف متوجہ رہے۔

ایک مرتبہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اور اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا، اُسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اسکے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔''

نماز چونکہ دربار عالی کی حاضری ہے، اس لئے پوری توجہ کے ساتھ نماز پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظاہری اعضاء میں خشوع اسی وقت ممکن ہے جب دل میں خشوع پیدا ہو، اسی ظاہری خشوع کو خضوع سے بھی تعبیر کرتے ہیں، اسی لئے مفسرین نے خشوع کی دو اقسام ذکر کی ہیں۔

**ظاہری خشوع:** سارے اعضاء میں خشوع ہو، مثلاً سر کا خشوع یہ ہے کہ سیدھا رہے، نہ اوپر کی طرف اُٹھا ہو اور نہ نیچے جھکا ہوا ہو، بلکہ سیدھا ہو۔آنکھوں کا خشوع یہ ہے کہ آنکھ دائیں بائیں التفات نہ کرے، اگر قیام میں ہے تو سجدے کی جگہ پر نگاہ جمائے اور اگر رکوع میں ہے تو پاؤں پر، سجدے میں ناک پر، قعدہ کی حالت میں گود پر نگاہ رکھے اور دائیں طرف سلام پھیرتے وقت

دائیں کندھے اور بائیں طرف سلام پھیرتے وقت بائیں کندھے پر نگاہ ہو۔

کانوں کا خشوع یہ ہے کہ نماز میں امام جب قرأت کر رہا ہو، یا وہ خود دیگر اوراد پڑھ رہا ہے تو ان کو سنے، اس لئے اس قدر اونچی آواز سے پڑھنے کا حکم ہے، جس کو از خود سن سکے، تا کہ توجہ نہ بٹے۔ زبان کا خشوع یہ ہے کہ قرأت اور دیگر کلمات کو خوب اچھی طرح سے ادا کرے، صرف سوچنا کافی نہیں ہے، زبان کی حرکت ہونی چاہیے۔

ہاتھوں کا خشوع یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کو اپنے اُلٹے ہاتھ پر رکھ کر انتہائی تعظیم کے ساتھ ناف سے ذرا نیچے باندھ کر غلاموں کی طرح کھڑا ہو۔ پاؤں کا خشوع یہ ہے کہ ایک ہی جگہ پاؤں جمے رہیں، حرکت نہ کریں، دونوں پاؤں قبلے کی جانب سیدھے رہیں اور دونوں پاؤں کے درمیان کم از کم چار انگلیوں کا فاصلہ رہے۔

**باطنی خشوع:** امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جس طرح نماز کیلئے جگہ کی پاکی، کپڑوں کی اور بدن کی پاکی ضروری ہے، اسی طرح نماز کیلئے دل کی پاکی بھی ضروری ہے، دل کو ریاء کاری، شک، نفاق اور مسلمانوں کی جانب سے پیدا ہونے والی کھوٹ وغیرہ سے اچھی طرح پاک کر کے نماز میں کھڑا ہو، تو یہ نماز اس مومن کیلئے معراج بنے گی اور اسی طرح سے اللہ کے سوا دل سے نکال دے، خواہ وہ مال کی صورت میں ہے، خواہ وہ حُبِ جاہ کی صورت میں ہو، غرض یہ کہ دل کو جس قدر ہو سکے اچھی طرح مانجھ کر کے آئے اور دورانِ نماز دل مکمل طور پر حاضر رکھے اور مسلسل یہ خیال کرتا رہے کہ میں اللہ کے دربار میں کھڑا ہوں، تو اللہ کی رحمت کے انوار کا دل پر نزول ہوگا، بندے کی روح اللہ کی محبت کے سمندر میں ڈوبی رہے گی۔

## خشوع کا نہ ہونا بڑا نقصان ہے:

ایک حدیث میں روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سب سے پہلے تم اپنے دین میں خشوع کو گم کرو گے اور سب سے آخر اپنے دین سے نمازوں کو غائب پاؤ گے اور اسلام کی زنجیر ایک ایک کڑی ہو کر ٹوٹ جائے گی۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''کتنے (ہی افراد) نماز میں کھڑے ہونے والے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو سوائے تھکن اور مشقت کے کچھ حاصل نہیں۔''

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز میں بندہ سرگوشی کرتا ہے اور اگر دِل غافل ہو، تو اس کی طرف اللہ دھیان نہیں دیتا۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نماز کے وقت اپنے بندے کی طرف برابر متوجہ رہتا ہے، جب تک وہ دوسری طرف التفات نہ کرے، جب دوسری طرف التفات کرتا ہے، (یعنی گوشۂ چشم سے دیکھتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس سے رُخ پھیر لیتا ہے۔''

## خشوع کے اسباب:

**پہلا سبب:** وضو کا صحیح ہونا۔ وضو کو سنت و مستحبات اور آداب کی رعایت کر کے کرنا، اس لئے حدیث میں ہے: **''وضو نماز کی چابی ہے۔''**

اگر وضو صحیح ہوگا، تو نماز میں خشوع پیدا ہوگا، ظاہر ہے آپ نے چابی میکر سے چابی تو بنوائی لیکن اگر اس کے دندانے صحیح نہ ہوئے، تو تالا نہیں کھلے گا۔ اسی طرح اگر وضو کی کوئی سنت رہ گئی، یا کسی مکروہ کا ارتکاب ہوگیا، تو وضو میں کمی آ گئی، جب وضو میں کمی آئی، تو یقیناً اس کمی کا اثر نماز پر پڑے گا۔ مثلاً مسواک کی سنت ہی کو لیجئے، اس عظیم سنت سے آج کس قدر غفلت ہے۔ حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے اپنی اُمت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا، تو میں ہر نماز کے وضو میں مسواک کا حکم دیتا۔''

# ادب بارگاہ رسالت ﷺ

(سید ابوبکر غزنوی)

قرآن مجید کے تیس پاروں میں کسی ہستی کا ادب و احترام ملحوظ رکھنے کی اس قدر شدت اور شرح وبسط سے تلقین نہیں کی گئی جس قدر حضور اقدس ﷺ کا ادب واحترام ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔خداوند قدوس کا ارشاد ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُکُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الحجرات : ۲)

**ترجمہ** : ''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اونچا مت ہونے دو اور ان کے ساتھ بلند آواز سے بات مت کیا کرو جیسا کہ تم آپس میں زور زور سے بولتے ہو۔اگر تم نے ایسا کیا تو اس بے ادبی کی بناء پر تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے اور تمہیں خبر تک نہ ہوگی''۔

یعنی تمہاری نمازوں اور روزوں کو لے کر میں کیا کروں اور تمہاری عبادت و ریاضت سے مجھے کیا حاصل،اگر میرے محبوب کی بارگاہ میں بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔

پھر اس آیت کے ساتھ ہی اگلی آیت میں وضاحت کی کہ تقویٰ اور پرہیز گاری تو یہ ہے کہ میرے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں تم شائستگی سے اور دھیمی آواز سے بات کرو۔

إِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُوْلَئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِیْمٌ (الحجرات :۳)

ترجمہ : ''یقیناً وہ لوگ جو بارگاہ رسالت میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں،یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پرہیز گاری کے لیے جانچ لیا ہے''۔

قبیلہ بنو تمیم کے چند لوگ حضور ﷺ سے دوپہر کے وقت مکان پر ملنے آئے۔

آپ ﷺ اس وقت سو رہے تھے۔ وہ آپ ﷺ کا نام لے لے کر پکارنے لگے۔ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْن (الحجرات : ۴)

**ترجمہ:** "وہ لوگ جو کمروں سے باہر کھڑے ہو کر آپ ﷺ کو آوازیں دیتے ہیں ان میں سے اکثر سمجھ بوجھ سے عاری ہیں"۔

پہلی اُمتیں اپنے انبیاء کو نام لے کر پکارتی تھیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ بنو اسرائیل نے کہا "اے موسیٰ! ہم ایک کھانے پر قناعت نہیں کریں گے" اور عیسیٰؑ کے حواریوں نے کہا تھا "اے عیسیٰؑ ابن مریم! کیا تیرا ربّ ہمارے لیے آسمان سے رزق اتار سکتا ہے"؟

حضرت عیسیٰؑ کا نام لے کر انہیں خطاب کیا۔ مگر حضور ﷺ تو سید الاوّلین وسید الاٰخرین ہیں۔ وہ تو سرورِ دنیا و دین ہیں۔ آپ تو حبیب ربّ العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کو حضور ﷺ کا نام لے کر پکارنے سے منع فرمایا ہے۔ سورہ نور میں ہے۔

**لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضاً (النور : 63)**

ترجمہ: "جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو پیغمبر کو یوں نہ پکارو"۔

تفسیر درمنشور میں ہے کہ ابو نعیم عبداللہ بن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں کہ اس آیت کے اترنے سے پہلے لوگ حضور ﷺ کو یا محمد! اور یا ابوالقاسم! کہہ کر پکارتے تھے۔ اس آیت کے اترنے کے بعد صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کو یا نبی اللہ! اور یا رسول اللہ! کہہ کر پکارنے لگے۔ غور کیجیے کہ شریعت محمدیہ ﷺ میں جیسے توحید کا تصور آخری ارتقائی منازل سے گزرا اور ہر اعتبار سے بے داغ، صاف ستھرا اور جامع ہو گیا اور شرک کی تمام راہوں اور ذرائع کو بند کر دینے کے لیے وہ تمام اقوال و اعمال جو شرک ہو سکتے تھے، بھی ناجائز قرار دیے گئے اسی طرح انبیاء اور اہل اللہ کا ادب بھی آخری ارتقائی منازل سے گزرا۔ بارگاہ رسالت کے آداب بھی نکھرے، تہذیب و شائستگی اور احترام کی کئی لطافتوں اور باریکیوں کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی۔

اگر اللہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے حبیب ﷺ کو نام لے کر نہ پکارا جائے تو اس کی یہ مشیت عدل اور انصاف پر مبنی ہے، جب وہ خود خدا ہو کر انہیں نام لے کر خطاب نہیں کرتا ہے، تو بندوں کو کیا حق حاصل ہے کہ انہیں نام لے کر پکاریں۔ اللہ نے قرآن مجید میں تمام انبیاء کو ان کے ذاتی ناموں سے خطاب کیا۔ اے آدم! تو اور تیری بیوی بہشت میں رہو۔ اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اتر جا۔ اے ابراہیم! تو نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ اے موسیٰ! میں ہوں تیرا پروردگار، تو اتار ڈال اپنی جوتیاں۔ اے زکریا! ہم تجھے بشارت دیتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے۔ اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھامو۔

پورا قرآن کریم پڑھ ڈالیں، اللہ نے حضور ﷺ کو کہیں بھی ذاتی نام سے خطاب نہیں کیا۔ کہیں یا ایھا الرسول، کہیں یا ایھا المزمل کی صدائے محبت سے پکارا اور کہیں یا ایھا المدثر کی ندائے شفقت سے سرفراز کیا۔

میں ان آیتوں کا ذکر کر رہا ہوں، جن میں بارگاہ رسالت کے احترام کی تلقین کی گئی ہے اور جن میں آپ ﷺ کی تعظیم کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ سورۃ الحجرات : آیت : 1 میں فرمایا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سب کچھ سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے''۔ اس آیت میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ:

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کے سامنے اپنی بات پیش نہ کرو۔ حضور ﷺ سے کسی قول یا عمل میں پیش قدمی نہ کرو۔ بعض لوگوں نے حضور ﷺ سے پہلے عید الاضحیٰ پر قربانی کی تو ان سے کہا گیا کہ آپ ﷺ سے پیش قدمی نہ کریں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اگر روزے کے بارے میں شک ہو اور رسول اللہ ﷺ روزہ نہ رکھیں تو روزہ رکھنے میں ان سے پہل نہ کرو۔ لوگ آپ ﷺ سے کوئی بات دریافت کریں تو آپ ﷺ کے جواب دینے سے پہلے کوئی پوچھنے والے کو جواب نہ دے بیٹھے یہ گستاخی ہے۔ **(جاری ہے)**

# اسم اعظم

(عبدالرشید ساہی)

''اللّٰہ''ربّ کبریا کا ذاتی نام ہے، باقی تمام نام صفاتی ہیں۔ذاتی نام ہی اسم اعظم ہے۔سانسوں کی مالا پہ لکھ دوں پیا کا نام، جب ہر سانس کے ساتھ اللہ کا ذکر کریں گے تو سماں ہی اور ہو جائے گا۔جب سانسوں کا مالک سانس میں سما جائے گا تو لمحات رنگین بن جائیں گے جذبے جوان ہو جائیں گے۔تعلق باللہ بنے گا۔جب تار میں کنکشن آئے گا تو تمام اعضاء working position میں ہوں گے۔

دوستو روزانہ کچھ وقت اللہ اللہ کیا کرو،اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس دنیا میں اللہ کے ذکر کی لذت سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں ہے دنیا کی تمام لذتیں ذکر کی لذت کے سامنے ہیچ ہیں۔ پیرومرشد ڈار صاحبؒ فرمایا کرتے تھے:

| | |
|---|---|
| دم دم نال یا داہنوں کر لے | تے یار تینوں مل جائے گا |
| سنگ نال فقیراں دے کر لے | تے یار تینوں مل جائے گا |

سلطان باہوؒ فرماتے ہیں: اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلن تے آئی ہو

میرا سینہ ذکر سے مہک اٹھا ہے میں آپے سے باہر ہوا جاتا ہوں۔خاقانی کہتا ہے۔تیس سال میں لذت کی تلاش میں پھرتا رہا تیں سال کے بعد یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچی کہ ایک لمحہ اللہ کی یاد میں گزار دینا تخت سلیمانی کے ہاتھ آجانے سے بھی بہتر ہے۔اللہ کا ذکر بڑی چیز ہے۔یہ بات بھی پلے باندھ لیجیے کہ لذت آئے نہ آئے اس کے ذکر میں لگے رہنا چاہیے جو آدمی لذت آئے تو ذکر کرتا ہے اور لذت نہ آئے تو ذکر نہیں کرتا وہ لذت پرست ہے۔خدا پرست نہیں ہے۔کسی فقیر نے کہا ہے، میں اس کی جستجو میں لگا رہتا ہوں اسے حاصل کرسکوں یا نہ کرسکوں، یہ کیا کم ہے کہ اپنی

تمنا کا چراغ اس نے میرے سینے میں جلا دیا ہے، اپنی آرزو سے میرے سینے کو آباد کر دیا ہے، یہ کرم کچھ کم ہے جو اس نے مجھ پر کیا ہے، فراق ہو یا وصل، کیف ہو یا بے کیفی، قبض ہو یا بسط، اس کے آستانے پر جم کر بیٹھو اور اللہ اللہ کرتے رہو۔ اگر ذاکر ہر وقت کیف اور لذت کی حالت میں رہے تو اس میں غرور اور تکبر پیدا ہو جائے اور ابلیس کی طرح راندہ درگاہ ہو۔ یہ بے کیفی بھی اس کی ربوبیت ہے کہ اس بے کیفی کی حالت میں انسان کو اپنی اوقات معلوم ہوتی ہے۔ اور اس میں عجز و نیاز پیدا ہوتا ہے۔ میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں:

خش خش جناں قدر نہ میرا تے صاحب نوں وڈیائیاں

میں گلیاں دا روڑا کوڑا محل چڑھایا سائیاں

تم دم سادھے رہو اور ساقی سے مت کہو کہ وہ مجھے مئے صافی پلائے بلکہ ساقی کی شفقت پر ایمان لاؤ وہ جو کچھ تیرے پیالے میں ڈالتے ہیں عین لطف و کرم ہے۔ یہ فراق اور وصل کی منزلیں یہ بڑے لوگوں کی باتیں ہیں۔ ایک عارف کہتا ہے:

ہمینم بس کہ داند ماہ رویم      کہ من نیز از فردااں اویم

فرماتے ہیں کہ میں تو اسی بات پر وجد میں ہوں کہ میرا محبوب جانتا ہے کہ میں بھی اس کے طلب گاروں میں ہوں۔ اصل بات اس کے آستانے پر جم کر بیٹھنا ہے اور اس کے ذکر میں لگے رہنا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ: ''جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس بات پر ڈٹ گئے تو ہم ان پر فرشتے نازل کرتے ہیں''۔     علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو

اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

جو انسان اللہ سے تعلق جوڑ لیتے ہیں اللہ ان کا ہم نشین ہوتا ہے دنیاوی کاموں میں آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ دراصل انسان خدائی صفات اور اس کی عظمتوں اور طاقتوں کا تخیل

نہیں کرسکتا۔اس لیے اس کی طرف رجوع نہیں کرتا اور جو رجوع کر لیتا ہے تو یہ کائنات اس کی مطیع ہوجاتی ہے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

ہزار چشمے ترے سنگ راہ سے پھوٹیں
خودی میں ڈوب کر ضرب کلیم پیدا کر

نبی مکرم ومحترم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے۔

''جو لوگ بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں رحمت کے فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور سکینت ان پر نازل ہوتی ہے۔

یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ یہ جو اللہ والے رات رات بھر اس کے حضور بیٹھے رہتے ہیں یونہی خشک اور بے لذت بیٹھتے ہیں بلکہ ان پر اللہ کی رحمتیں برستی ہیں اور وہ انوار الٰہی کا رزق کھاتے ہیں۔ سلطان باہوؒ نے ذکر کی لذت کو یوں بیان فرمایا ہے:

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من میرے وچ لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیا تے ہر رگے ہر جائی ہو
اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلن پر آئی ہو
جیوے مرشد کامل باہو جیں اے بوٹی لائی ہو

اللہ کے ذکر سے سینہ مہک اٹھتا ہے۔انسان کی دنیا ہی بدل جاتی ہے اس کی سوچیں اور جذبات بدل جاتے ہیں، خیالات اور احساسات بدل جاتے ہیں، بلکہ زندگی کے سارے کے سارے انداز ہی بدل جاتے ہیں۔

علامہ فرماتے ہیں۔

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب شے ہے لذت آشنائی

فقیر کا کلام ہے

جیہڑا کلمہ مرشد پڑھاوے گا　　راہ جنت دا ہتھ آوے گا

تینوں رنگن ہور چڑھاوے گا　　پڑھ لا الٰہ الا اللہ

کلمہ تو ہم روز ہی پڑھتے ہیں کئی بار پڑھتے ہیں لیکن یہی کلمہ جب ہمیں کوئی اللہ والا پڑھائے گا تو سماں ہی کچھ اور ہو گا، تاثیر ہی اور ہو گی، بے علمی اور بے عملی میں پڑھا جانے والا کلمہ اور ہو گا اور یہ جان کر پڑھا جانے والا کلمہ کچھ اور ہو گا کہ اللہ کی ذات واحدہ لاشریک ہے سارے جہانوں کا سسٹم اس کی منشاء اور مرضی سے چل رہا ہے۔ میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں۔

مرد ملے تے مرض گواوے اوگن دے گن کردا

کامل پیر محمد بخشا لعل بنان پتھر دا

جو فقیر ہوتا ہے اللہ کا ہم نشین ہوتا ہے، وہ اللہ کے رنگ میں رنگا ہوتا ہے۔ محترم پیرو مرشد قبلہ ڈار صاحب فرمایا کرتے تھے:

ایتھے خالی علم نہ چلدا اے　　دیوے نال دیوا بلدا اے

جس کا اپنا **دیوا** روشن ہوتا ہے وہی کسی دوسرے کا روشن کر سکتا ہے۔ آج کل تو اللہ کی پناہ بے عمل اور بے علم فقیری نے جو سماں پیدا کر رکھا ہے اللہ اس سے بچائے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو، رخصت ہوئے

خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

دوستو مرکز تعمیر ملت کوٹ شاہاں گوجرانوالہ پر آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خالص توحید و رسالت کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ جہاں عقیدہ کی درستی، اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب سرورِ کائنات فخر موجودات اور رحمت عالم ﷺ کی محبت کی تعلیم دی جاتی ہے۔

# حیات بعد الموت

(شاہد زبیر)

"ہم یقیناً ایک روز مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں"۔

(یٰسین)

حیات بعد الموت کا فلسفہ بھلائی کی انتہائی غایت کا تعین کرتا ہے ۔ جو انسان کی کوشش اور عمل کا مطلوب ہے ۔ اللہ کی رضا، اخلاق کو بلند ترین معنویت عطا کرتی ہے ۔ اس کے ارتقاء کے ان گنت زاویے متعارف کراتی ہے ۔ اس عقیدے پر ایمان رکھنے والا خواہ کتنی ہی مصیبتوں کا سامنا کرے، وہ بھلائی کا دامن نہیں چھوڑتا اور اپنی آخرت کی کامیابی کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے ۔ اسلام میں کائنات اور اس کی ہیت کے بارے میں صحیح نقطۂ نظر فراہم کرتا ہے ۔ اس کا مدعا ہے کہ دنیاوی اور اخروی زندگی دونوں کی اصلاح کی جائے ۔ کیونکہ ان میں کوئی تضاد نہیں لہٰذا ان میں سے کسی ایک کو ترک کرنا ممکن نہیں یہ محض عارضی زندگی ہے اور اخروی رنگ دائمی اور پائیدار ۔ جو کچھ یہاں بے اجر رہ گیا وہ پورے اثرات کے ساتھ وہاں سامنے آ جائے گا ۔ ایک روز ربِ ازل دنیا کی تمام مخلوقات کو مٹا دے گا ۔ پھر ہر ذی نفس کو ایک نئی زندگی عطاء کرے گا اور مواخذہ کے بعد برے عمل پر سزا دے گا ۔ اسی طرح اچھا عمل ایک خطیر انعام پر ختم ہوگا ۔ اسلام کے عقائد، اللہ پر ایمان، اس کی توحید کا اقرار، اس کو بے مثل جاننا اور اس کے علاوہ ہر چیز کو فانی اور قابل تغیر سمجھنا ہے ۔ پھر اس کے ملائکہ، کتابوں اور رسولوں پر ایمان اور یہ یقین رکھنا کہ اچھی بری تقدیر اسی کی جانب سے آتی ہے ۔ ایک اور اہم بات آخرت پر ایمان ہے، جس میں قبر کا سوال، حشر نشر، حساب کتاب، میزان، پل صراط اور جنت و جہنم داخل ہیں ۔ آخرت پر اکثر لوگوں کا ایمان متزلزل اور ضعیف ہے ۔ لیکن انسان اپنی زندگی کے اعمال کے لئے اپنے خالق حقیقی کے سامنے پوری طرح جوابدہ ہے ۔ وہ اپنے اس امتحان میں پورے وجود کیساتھ شریک ہے ۔

آخرت پر ایمان یہی ہے کہ روزِ حشر یہ دنیا فنا کر دی جائیگی ۔اس دن اللہ اپنی طاقت اور قدرت سے سب انسانوں کو زندہ کرے گا ۔سب نفوس اپنے اعمال نامے لئے اس کی عدالت میں پیش ہوں گے ۔وہ لوگ جنہوں نے اس کے احکام سے انحراف کیا ،جہنم میں دھکیل دیے جائیں گے ۔نیک وصالح اعمال والوں کو انعام واکرام کے ساتھ جنت میں داخل کیا جائے گا ۔چونکہ انسان کو اپنی دنیاوی زندگی کی جوابدہی کے لئے دوبارہ زندہ کیا جانا ہے ۔اس لئے اسلام دنیاوی زندگی کے پورے نظام کی تشریح کرتا ہے اور بار بار تنبیہہ کرتا ہے کہ انسان اپنے رب کے احکامات سے سرکشی کرنے سے احتراز کرے ۔یہ وہ نظام ہے جس میں انسان اپنے رب کا اقتدار تسلیم کرکے، اس کی اطاعت وفرمانبرداری پر راضی ہو جائے اس کے بتائے ہوئے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرے اس کی نافرمانی سے خوفزدہ رہے اور فرمانبرداری پر انعام واکرام اور عزت کا امیدوار رہو۔

اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ آخرت پر ایمان کا ذکر قرآن حکیم میں جابجا کر دیا گیا ہے تا کہ انسان دنیاوی زندگی کے اعمال کے حساب پر یقین پختہ کر لے اللہ سے خوفزدہ رہے ایسا عمل اسے بدی سے دور کر کے پرہیز گاری ،نیکی اور تقویٰ کی طرف راغب کرے گا یہی ایک طریقہ ہے جس سے دنیا کے ظلم اور شر کو روکا جا سکتا ہے ۔مکافات کا ڈر ہی گناہ سے بچنے کی بنیاد ہے ۔ورنہ ہلاکو خان، چنگیز خان اور ہٹلر جیسے سینکڑوں فرعونوں کے اعمال پر تمام انسانوں کی روحیں ہمیشہ چیختی چلاتی رہیں گی ۔کوئی نیک ،نیک کیوں ہو اور کوئی بدی میں اپنی حد سے کیوں نہ گزر جائے اگر یوم حساب نہیں عقل فہم اور فلسفہ کی بنیاد پر یہ ہو ہی نہیں سکتا ۔آخرت کا عقیدہ ہماری فکر اور دل و دماغ میں سوچ کا زاویہ بدلتا ہے اور زندگی کو اللہ کی رضا کے حصول میں سرگرم ہونے کی بنیاد فراہم کرتا ہے ۔اخروی زندگی کا قائل اپنے اعمال کے صدقے میں پیدا ہونے والے اسے دنیاوی اثرات کا ہی نہیں بلکہ آنے والی زندگی میں نتائج کو مدِ نظر رکھے گا ۔حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں سزا و جزا کا مآل دو قاعدوں پر مبنی ہے ۔ایک یہ کہ جو قوت ملکی کے مناسب اور موافق نہیں ہیں اس میں ندامت ،حسرت اور افسوس پیدا ہوتا ہے ۔دوسرے بعض صورتیں ،اعمال واخلاق پسندیدہ ہیں

اور باعث خوشنودی، اس وجہ سے وہ اپنے پروردگار سے اہتمام بلیغ سے درخواست کرتے ہیں کہ پسندیدہ اخلاق والوں کو آرام پہنچے اور بداعمال نکبت میں مبتلا ہوں۔ان کی دعا کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے جو شخص اس نظام کو معلوم کرلیتا ہے جو اسباب سے پیدا ہوتا ہے، وہ خوب سمجھ لے گا کہ اللہ کسی گناہ گار کو بغیر دینوی اسباب سزا کے نہیں چھوڑتا۔اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لانا ہی دین کی اصل بنیاد ہے یہ یقین رکھنا کہ مرجانے سے ذات اور صفات فنا نہیں ہوتیں صرف حواس،حرکات اور خیالات جن کا تعلق اعضائے جسمانی سے ہے وہ زائل ہوتے ہیں ورنہ جیسا یہاں سے رخصت ہوتا ہے، ویسا ہی وہاں موجود ہوجائیگا۔یہ موت ایک عارضی عمل ہے جس کے بعد جوابدہ ہونے کے لئے اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔انسان اپنی حیات پر غور کرے اور اس کو اپنے ساتھ قید ہونے پر غور کرے تو وہ خود کو ایک ایسی روح پائے گا جو اس کے ساتھ مخصوص اور محدث ہے۔

دوبارہ زندہ کرنا، باری تعالیٰ کو مشکل نہیں کفار اعتراض کرتے تھے کہ روز حشر کیسے ممکن ہے کہ انہیں زندہ کردیا جائے گا جس کے جواب میں اللہ نے فرمایا:

" کیوں نہیں، ہم اس بات پر قادر ہیں کہ انسان کی انگلیوں کے پوروں کو برابر کردیں"

علوم القرآن میں لکھا ہے کہ جو ذات پوروں کو برابر کرنے پر قدرت رکھتی ہو وہ یقیناً (قیامہ) ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہوگی۔جو ہستی پوروں جیسی نازک اور دقیق چیز کے اعادہ پر قادر ہے وہ ہڈیوں کو زندہ کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے۔لہذا یوم آخرت کو جھٹلانا بے دلیل بات ہے۔اعمال کی جوابدہی کا خیال دل سے نکال دیا جائے تو دنیا کی زندگی سراسر درندگی بن جائے گی۔یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس عقیدے پر قائم ہوئے بغیر انسان کی صلاح و فلاح ناممکن بات ہے۔اسی لئے خالق کائنات نے اسے ایک اتفاقی حادثہ کے طور پر ظہور پذیر نہیں کیا بلکہ اس نے اس کارگاہ میں انسان کی مادی اور جسمانی ضروریات کا سامان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی روحانی، اخلاقی ضروریات کی تکمیل کا بھی سامان کیا۔پھر اسے ایک خاص عمر عطا

کی جس کے بعد یہ سارا کارخانہ درہم برہم ہوجائے گا۔ایک نیا نظام اس کی جگہ لے لے گا۔جب ایک زبردست عدالت قائم کی جائے گی اور انسان سے اس کے برے اعمال کا حساب لیا جائے گا ۔اسلام نے آخرت کے عقیدے کو ایک اعلیٰ اخلاقی اور شرعی نظام کی زبردست پشت پناہی عطاء کی جس میں خیر پر راغب کرنے اور شر سے بچنے کی کھلی ترغیب موجود ہے اور نیکی و بدی پر اجر کا اقرار بھی ۔عقیدہ آخرت اور یوم حساب کے سلسلہ میں قرآن کی تنبیہات اور احکام کا ایک مختصر جائزہ پیش ہے۔

سورہ بقرہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح زندگی بخشے گا۔اس کی مثال اس طرح ہے کہ اللہ نے ایک شخص کی روح قبض کر لی ۔وہ سو سال مردہ پڑا رہا۔پھر اسے زندہ کیا تو اس کے ساتھ اس کے گدھے کا پنجر پڑا تھا، کھانے پینے کی چیزیں بالکل اسی حالت میں موجود تھیں۔پھر اس نے اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی مثال سو کر جاگنے سے مشابہہ ہے۔سورہ انعام میں فرمان ہے:

"وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور دن کو جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتا ہے۔پھر دوسرے روز وہ تمہیں اسی کاروبار کے عالم میں واپس بھیج دیتا ہے"۔

یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ قیامت کے دن وہ ضرور ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا ہم سب اس کے روبرو اپنے اعمال کے ساتھ اپنے رب کے آخری فیصلے کے لئے پیش ہوں گے۔ یہ فرمایا کہ قیامت کے روز وہ تم سب کو ضرور جمع کرے گا۔یہ ایک بالکل غیر مشتبہ حقیقت ہے"۔

سورہ اعراف کے مطابق حضرت آدمؑ کو جنت سے زمین پر اتر جانے کا حکم دیا گیا تو اس سے منشاء الٰہی کی تکمیل مقصود تھی جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا (ورنہ تو انہیں معاف کر دیا گیا تھا) پھر اس کو یہ یقین دلایا گیا کہ وہ دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس نئے عالم میں آپ کو اللہ کے حضور اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا فرمایا:

"جس طرح اس نے تمہیں اب پیدا کیا اسی طرح تم پھر پیدا کئے جاؤ گے"۔

عقیدہ آخرت کے لئے ایک عقلی اور اخلاقی نظام کی ضرورت تھی تا کہ اس کی نفی کرنے والے دوسروں کو زمین سے مٹانے کی کوشش نہ کریں۔انسان کے حقوق سلب نہ کریں۔ان کی آزادی پامال نہ کریں راستی اور ناراستی کا فرق واضح رہے۔جو اعمال یہاں کئے ہیں ان کے عقلی تقاضے پورے کرنے کو ایک ایسے عالم کی ضرورت ہے جہاں عقل اور اخلاق کے تقاضے پورے ہوں۔لوگ اس کائنات کو ایک کھلنڈرے کا کھیل نہ سمجھیں اور کوئی ایسا احمقانہ تصور قائم نہ کریں جس میں انسان شتر بے مہار کی زندگی بسر کرسکتا ہے اور اپنے رب کی عبادت سے غافل ہو کر زمین میں فساد پیدا کرتا رہے اور اس کی مخلوق جو اپنے پروردگار کی اطاعت میں مصروف ہو ان کی زندگی اجیرن کرے۔اس کے رب کریم نے یقین دلایا کہ اگر وہ ایک مرتبہ پیدا کرنے کی قوت رکھتا ہے تو اس عمل کا دوہرانا اس کے لئے عجیب نہیں سورہ نمل میں فرمایا۔

"ہمیں کسی چیز کو وجود میں لانے کے لئے اس سے زیادہ کچھ نہیں کرنا ہوتا کہ اسے حکم دیں ہو جا اور وہ پس ہو جاتی ہے"۔

حیات بعد الموت کے تصور پر زور دیتے ہوئے قرآن کریم نے بار بار پیغام بھیجا ہے کہ انسان جسم اور روح کیساتھ پھر اس طرح زندہ کیا جائے گا جس طرح آج زندہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کو حکم ہوا:

"ڈراؤ انہیں اس دن سے جبکہ زمین و آسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دیئے جائیں گے اور سب کے سب اللہ واحد قہار کے سامنے بے نقاب حاضر ہو جائیں گے"۔(ابراہیم)

توحید کے پیغام کے ساتھ تمام انبیاء جس تعلیم کے ساتھ مبعوث کئے گئے وہ آخرت کا عقیدہ تھی ہر شخص جو عمل دنیا میں کرے گا اس کا بدلہ آخرت میں پائے گا۔سورہ یونس میں فرمان ہوا۔

"اسی کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے۔یہ اللہ کا پکا وعدہ ہے بے شک پیدائش کی ابتدا وہی کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا"۔

سورہ نمل میں دنیاوی الائشوں میں مگن رہنے سے نفرت دلائی کہ بظاہر دنیا کی اچھی لگنے والی آلائشیں، آخرت میں مواخذہ کا سبب بنیں گی کیونکہ جب تک انسان دوسری زندگی کا قائل نہ ہوگا، اسے نیکی و بدی کی ساری بحثیں بیکار لگیں گی فرمایا:

"حقیقت یہ ہے کہ لوگ آخرت کو نہیں مانتے اس لئے ہم نے ان کے کرتوتوں کو خوشنما بنا دیا ہے۔اس لئے وہ راہ بھٹکے پھرتے ہیں"۔(نمل)

"جو شخص بھلائی لے کر آئے گا اسے اس سے زیادہ بہتر صلح ملے گا۔اور ایسے لوگ اس دن کے ہول سے محفوظ ہوں گے اور جو برائی لئے ہوئے آئے گا ایسے لوگ اوندھے منہ آگ میں پھینکے جائیں گے۔کیا تم لوگ اس کے سوا اور کوئی جزا پا سکتے ہو کہ جیسا کرو ویسا بھرو"۔

ہر ذی روح کو پیدائش سے موت تک پھر موت سے قیامت تک اور پھر قیامت سے دوبارہ زندہ ہونے تک کا سفر طے کرنا ہے جو لوگ اپنے رب کے حضور پیش ہونے پر یقین رکھتے ہیں اپنے اعمال کی درستی پر راغب رہتے ہیں۔

"جو کوئی اللہ سے ملنے کی توقع رکھتا ہو (اسے معلوم ہونا چاہیے) اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آنے ہی والا ہے"۔(عنکبوت)

اور جو لوگ اس شک میں مبتلا ہیں کہ:

"انسان کہتا ہے کہ کیا واقعی جب میں مر چکوں گا پھر زندہ کر کے نکال لایا جاؤنگا"(طٰہٰ)

سورہ شعرا میں بیان ہوا:

"جو مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ زندگی بخشے گا"۔

فرمان ہے کہ وہ تمام اعمال جو تم کرتے ہو، وہ سب تمہارے حساب میں لکھے جاتے ہیں۔جو پھول کانٹے تم بوتے ہو ان کا ریکارڈ تیار کیا جاتا ہے۔ان کی مثال بالکل ایسے ہے جیسے تم اپنی بوئی ہوئی فصل کے اچھے برے پھل دیکھتے ہو۔تمہارے ایسے اعمال جو تمہارے بعد بھی اثر انداز ہوتے ہیں، تمہارے ہی حساب میں درج کئے جاتے ہیں تا وقت یہ کہ ان کے ثمرات مٹ

جائیں۔اپنے رب سے ملاقات کے منکر یہ نہیں سمجھتے کہ دوبارہ پیدا کیا جانا کوئی ناممکن اور انہونی بات نہیں ہےان کےانکار کی بنیاد ان کی یہ خواہش ہے کہ ہم زمین میں آزاد چھٹے پھرتے رہیں۔ دل کھول کر گناہ کریں اور پھر کسی امتحان کے بغیر اس سے نکل جائیں ورنہ رب قہار نے تو بار بار تنبیہہ کی ہے:

"ہم یقیناً ایک روز مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں"۔(یٰسین)

"تم سارے انسانوں کو پیدا کرنا اور پھر دوبارہ جلد اٹھانا (اس کے لئے) ایسا ہے جیسے ایک تنفس کو (پیدا کرنا اور جلد اٹھانا"۔(لقمان)

حیات بعد الموت کے بیان سے اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ موت سے انسان بالکل معدوم نہیں ہوجاتا بلکہ موت اس کے بدن سے روح کو آزاد کردیتی ہے۔قرآن کہتا ہے کہ موت کا فرشتہ تم کو پورے کا پورا قبضہ میں لے گا۔یہ اسی طرف اشارہ ہے کہ معدوم اشیاء کو قبضہ میں نہیں رکھا جاتا گویا وہ قابض کے پاس رہتی ہے۔اسی لئے جب وہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے تو انہیں یہ احساس نہ ہوگا کہ وہ مرگئے تھے اور عرصہ دراز کے بعد زندہ کئے گئے ہیں بلکہ محسوس کریں گے کہ سو رہے تھے اور اب یکا یک کسی خوفناک حادثہ کی وجہ سے جاگ گئے ہیں۔

"اور یکا یک یہ اپنے رب کے حضور پیش ہونے کے لئے اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے گھبرا کر کہیں گے ارے یہ کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے اٹھا کھڑا کیا"۔(یٰسین)

ایسے لوگ جو دوبارہ زندہ کئے جانے کو عقل سے ماورا خیال کرتے ہیں، ان کو سمجھانے کے لئے اللہ نے سونی پڑی زمین پر جس طرح بارش زندگی کے آثار پیدا کردیتی ہے مثال دے کر سمجھایا کہ یہ عین اسی طرح ممکن ہے جیسے بارش سے بنجر زمین میں کھیتی لہلہا اٹھتی ہے۔

"وہ اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، وہ بادل اٹھاتی ہیں، پھر ہم اسے ایک اجاڑ علاقے کی طرف لے جاتے ہیں اور اسی زمین کو جلا اٹھاتے ہیں جو مری پڑی تھی۔مرے ہوئے انسانوں کا جی اٹھنا بھی اسی طرح ہوگا"۔(فاطر)

"اب ان سے پوچھو ان کی پیدائش زیادہ مشکل ہے یا ان چیزوں کو جو ہم نے پیدا کر رکھی ہیں"۔(سورہ صافات)۔

ان سے کہو میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے"۔(تغابن)

حشر کے روز تمام اگلے پچھلے انسانوں کو بیک وقت زندہ کر کے جمع کر لینا، اللہ کے لئے انتہائی آسان ہے۔ یہ معلوم کر لینا کہ کس شخص کی خاک کہاں پڑی ہے اس کے لئے کوئی محنت طلب کام نہیں بلکہ آناً فاناً یہ ہوسکتا ہے۔

"اس دن سب کو پلٹنا ہے، جب زمین پھٹے گی اور لوگ اس کے اندر سے نکل کر تیز تیز بھاگے جا رہے ہونگے۔ یہ حشر ہمارے لئے بہت آسان ہے"۔(سورہ ق)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو نیکی و بدی اختیار کرنے کی آزادی دی ہے کائنات میں خیر اور شر پھیلے ہوئے ہیں۔انسان میں انہیں اختیار کرنے کی استطاعت ودیعت کی گئی ہے اب یہ سوچنا انتہائی احمقانہ اور بے انصافی پر مبنی ہے کہ جو سیدھی راہ اختیار کرے، اس کے احکامات پر چلے، اپنے اللہ کی عبادت کرے، بنی نوع انسان کی خدمت پر مامور رہے، اسی انجام سے دوچار ہو جو ایک شقی، بے ایمان اور گمراہ شخص کا ہو۔ بھلا اور برا، دونوں برابر ہوں یا دونوں بے نتیجہ رہیں۔اگر ایسا ہی ہوتا ہے تو یہ عدل وانصاف کا تصور کہاں سے در آیا۔کیا یہ دنیا بے حکمت ہے جس کے انجام میں ہدایت یافتہ اور بدکردار ایک ہی انجام سے دوچار ہوں گے۔پس مواخذہ اور انجام ضرور ہوگا۔حساب ہوگا اور جس حکیم و مدبر نے یہ کائنات تخلیق کی ہے وہ اسے ایک غیر منطقی انجام پر کیسے چھوڑ دے گا۔اس کے لئے جیسے انسان کو پیدا کرنا مشکل نہیں تھا، اسی طرح دوبارہ پیدا کرنا کیسے مشکل ہوگا؟۔

# چینی......دورجدید کا زہر ہیلتھ کارنر

(مرسلہ: حافظ محمد یٰسین)

وطن عزیز کے طول وعرض میں چینی قسم قسم کے کھانوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ تاہم چینی کی زیادتی انسانی جسم کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ایک عام انسان کو زیادہ سے زیادہ روزانہ صرف ۴۰ گرام چینی استعمال کرنا چاہیے۔یہ مقدار چینی کی نو چمچیاں بنتی ہیں۔ اس سے زیادہ چینی کا استعمال آپ کو درج ذیل طبی مسائل کا شکار بنا سکتا ہے۔

## ذیابیطس

جن ممالک میں چینی کا استعمال بہت زیادہ ہوتا ہے، وہاں اس موذی مرض کی شرح کافی بلند ہے۔امریکا میں 51 ہزار مرد وخواتین پر ہونے والی ایک تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ جو لوگ میٹھے مشروبات جیسے میٹھی آئیس ٹی، انرجی ڈرنکس وغیرہ استعمال کرتے ہیں، ان میں ذیابیطس چمٹنے کا خطرہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔تین لاکھ سے زائد افراد پر ہونے والی ایک اور تحقیق نے بھی اس نتیجے کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ بہت زیادہ مشروبات کا استعمال نہ صرف وزن میں اضافے کا باعث بنتا ہے بلکہ ذیابیطس ٹائپ ٹو کا مرض بھی لاحق ہو جاتا ہے۔

## امراض دنداں

یہ کوئی راز نہیں کہ بہت زیادہ چینی اور دانتوں کے امراض کے درمیان تعلق موجود ہے۔درحقیقت یہ میٹھی شے دانتوں کی صحت کی دشمن ہے اور اسے کیوٹیز جنم لینے کا بڑا سبب قرار دیا جاتا ہے۔طویل عرصے سے دندان ساز مطالبہ کر رہے ہیں کہ لوگوں کو روزانہ چینی کی چھ چمچیاں استعمال کرنی چاہییں۔ایک ماہر کے مطابق دانتوں کی فرسودگی اس وقت عمل میں آتی ہے جب عام چینی کے استعمال سے دانتوں کی سطح پر بیکٹیریا پیدا ہوتے ہیں۔مٹھاس سے تیزاب بھی پیدا ہوتا ہے جو دانتوں کی سطح تباہ کر دیتا ہے۔

## ختم نہ ہونے والی بھوک

ایک ہارمون **لیپٹین**، جسم کو بتاتا ہے کہ کب اس نے مناسب حد تک کھالیا ہے۔ جن لوگوں میں اس ہارمون کی مزاحمت پیدا ہوجائے تو انہیں پیٹ بھرنے کا اشارہ کبھی موصول نہیں ہوتا اور وزن کنٹرول کرنے کے لیے بڑی رکاوٹ ثابت ہوتا ہے۔ کچھ طبی رپورٹوں میں امکان ظاہر کیا گیا ہے کہ لیپٹین کی مزاحمت موٹاپے کے اثرات میں سے ایک ہے۔ مگر چوہوں پر ہونے والی ایک تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ بہت زیادہ چینی کا استعمال خاص طور پر اس کا سیرپ جو کولڈ ڈرنکس میں عام ہوتا ہے، براہ راست **لیپٹین** کی سطح معمول سے زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ یوں اس ہارمون سے متعلق جسمانی حساسیت میں کمی آجاتی ہے۔

**موٹاپا** : یہ چینی کے زیادہ استعمال سے لاحق ہونے والے بڑے خطرات میں سے ایک ہے۔ روزانہ صرف ایک مشروب کا استعمال ہی ایک سال میں تین کلووزن بڑھا دیتا ہے۔ یہ تو واضح ہے کہ مشروبات کا استعمال مضر ہے مگر دیگر میٹھی غذاؤں کا بھی موٹاپے سے تعلق کافی پیچیدہ ہے۔ چینی براہ راست موٹاپے کا خطرہ بڑھا سکتی ہے۔ ساتھ ساتھ ذیابیطس، میٹابولک سینڈروم یا منفی عادات جیسی زیادہ غذا کا حد سے زیادہ استعمال اور ورزش نہ کرنا بھی اس کا باعث ہے۔

**انسولین کی حساسیت:** جب آپ ناشتے میں بہت زیادہ مٹھاس پر مشتمل غذا استعمال کریں تو کیا ہوگا؟ یہ آپ کے جسم میں انسولین کی طلب کا مطالبہ بڑھا دے گی۔ انسولین وہ ہارمون ہے جو غذا کو قابل استعمال توانائی میں تبدیل کرنے کا کام کرتا ہے مگر جب اس کی مقدار زیادہ ہو تو جسم اس کے حوالے سے کم حساس ہوجاتا ہے اور خون میں گلوکوز جمنے لگتا ہے۔ ایک تحقیق کے دوران محققین نے چوہوں کو چینی کی بہت زیادہ مقدار سے بنی خوراک استعمال کرائی تو ان میں انسولین کی مزاحمت فوری طور پر سامنے آگئی۔ انسولین کی مزاحمت کی علامات میں تھکن، بھوک، دماغ میں دھند چھا جانا اور ہائی بلڈ پریشر شامل ہیں۔ جبکہ یہ پیٹ کے اردگرد اضافی چربی بھی پیدا کر دیتی ہے۔

## لبلبے کا کینسر

برطانیہ کی کچھ طبی تحقیقی رپورٹوں میں زیادہ چینی والی غذاؤں کے استعمال اور لبلبے کے کینسر کے خطرے میں اضافے کی نشاندہی کی گئی ہے۔اس تعلق کی وجہ ممکنہ طور پر یہ ہے کہ زیادہ میٹھی غذائیں موٹاپے اور ذیابیطس کا باعث بنتی ہیں۔اور یہ دونوں لبلبے کے افعال پر اثر انداز ہوکر کینسر کا باعث بن سکتے ہیں۔ایک تحقیق میں چینی کے زیادہ استعمال اور کینسر کے خطرے کے درمیان تعلق کی تردید کی گئی مگر محققین کا کہنا تھا کہ اس حوالے سے مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

## امراض گردہ

چینی سے بھرپور غذا اور بہت زیادہ مشروبات کا استعمال گردوں کے امراض کا خطرہ بھی بڑھا سکتا ہے۔ایک تحقیق کے مطابق گردوں کے نقصان اور میٹھے مشروبات کے درمیان تعلق ایسے افراد میں سامنے آیا ہے جو روزانہ دو تین مشروبات نوش کریں۔تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ چوہوں کو چینی سے بھرپور غذا کا استعمال کرایا گیا تو ان جانوروں کے گردوں نے آہستہ آہستہ کام کرنا چھوڑ دیا جبکہ ان کے حجم میں بھی اضافہ ہوا۔

## بلڈ پریشر

عام طور پر نمک کو بلند فشارخون یا ہائی بلڈ پریشر کا باعث سمجھا جاتا ہے مگر بہت زیادہ چینی کھانے کی عادت بھی آپ کو اس جان لیوا مرض کا شکار بنا سکتی ہے۔مختلف طبی رپورٹوں کے مطابق طبی ماہرین نے بلڈ پریشر کے حوالے سے سفید دانوں پر غلط توجہ مرکوز کر رکھی ہے۔تحقیق کے مطابق نمک کے مقابلے میں اس غذا پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے جو لت کی طرح انسانی دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے اور وہ ہے چینی۔محققین کے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ چینی ہضم کرنے سے یورک ایسڈ پیدا ہوتا ہے یعنی ایسا کیمیکل جو ہائی بلڈ پریشر کا باعث بنتا ہے۔تاہم محققین کے مطابق اس حوالے سے طویل المیعاد تحقیق کی ضرورت ہے۔

## دل کی بیماریاں

آپ کی معمولی سی بے پرواہی یا منہ کے ذائقے کا چسکا آپ کو دل کی بیماریوں کا شکار بنا سکتا ہے۔ بہت زیادہ میٹھی اشیا کھانے کی عادت آپ کے دل کی صحت کے لیے تباہ کن ہے خاص طور پر اگر آپ ایک خاتون ہیں۔ امراض قلب کو ایڈز یا کینسر جتنی توجہ تو نہیں ملتی مگر یہ دنیا میں اموات کا باعث بننے والی چند بڑی وجوہ میں سے ایک ہے۔ کیونکہ ذیابیطس اور موٹاپے جیسے عناصر انہی کے باعث جنم لیتے ہیں۔ ایک تحقیق میں چوہوں پر کیے جانے والے تجربات سے معلوم ہوا کہ بہت زیادہ چینی والی غذاؤں کے استعمال سے ہارٹ فیل کے کیس زیادہ سامنے آنے لگے جبکہ بہت زیادہ چربی یا نشاستہ دار غذاؤں کے استعمال سے اتنا خطرہ پیدا نہیں ہوا۔ ہزاروں افراد پر ہونے والی ایک تحقیق میں بھی یہ بات سامنے آئی کہ بہت زیادہ چینی کے استعمال اور دل کے امراض سے ہلاکتوں کے خطرے میں اضافے کے درمیان تعلق موجود ہے۔ اس تحقیق کے دوران معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنی روزمرہ کیلوریز کی ضروریات کا 17 سے 21 فیصد حصہ چینی سے پورا کرتے ہیں، ان میں امراض قلب سے ہلاکت کا خطرہ 38 فیصد تک بڑھ جاتا ہے۔

## جگر کے امراض

بہت زیادہ مقدار میں چینی آپ کے جگر کو بہت زیادہ کام پر مجبور کرتی ہے، یوں جگر خراب ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق چینی کو جس طرح ہمارا جسم استعمال کرتا ہے، وہ جگر کو تھکا دینے اور متورم کر دینے کے لیے کافی ہے۔ تحقیق میں بتایا گیا کہ چینی کی بہت زیادہ مقدار جگر پر چربی بڑھنے کے مرض کا باعث بن سکتی ہے۔ یہ چربی بتدریج پورے جگر پر چڑھ جاتی ہے۔ عام فرد کے مقابلے میں دوگنا زیادہ مشروبات استعمال کرنے والے افراد میں اس مرض کی تشخیص زیادہ ہوتی ہے۔ جگر پر غیر الکحلی چربی کے امراض کے شکار بیشتر افراد کو اکثر علامات کا سامنا نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ وہ کافی عرصے تک اس سے آگاہ بھی نہیں ہو پاتے۔

# فتوح الغیب

(شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانیؒ کے ارشادات)

''اللہ کے تقویٰ اور اطاعت کو اپنے اوپر لازم رکھو، بجز اللہ کے کسی سے نہ خوف رکھو نہ امید، تمام حاجتیں بس اللہ ہی کے سپرد کر دو اور اسی سے طلب کرتے رہو، اور بجز اللہ کے کسی پر اعتماد نہ رکھو اپنے اوپر لازم کرلو توحید کو، توحید کو، توحید کو اس پر سب کا اجماع ہے۔''

''ہر مومن کے لیے ہر حال میں یہ تین چیزیں لازمی ہیں، ایک یہ کہ حکم الٰہی کی تعمیل کرے، دوسرے یہ کہ ممنوع سے بچتا رہے۔ تیسرے یہ کہ قضائے الٰہی پر راضی رہے۔ پس مومن کے لیے کم سے کم مرتبہ یہ ہے کہ ان تینوں چیزوں سے خالی نہ ہو۔''

''پیروی (سنت) کرتے رہو اور راہ بدعت نہ اختیار کرو، اطاعت کرو، اور دائرہ اطاعت سے باہر نہ ہو، توحید خداوندی کو مانو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراو کہ وہ جو کچھ چاہتا ہے اپنی مشیت سے کرتا ہے اس کو ہر عیب سے پاک سمجھو اور اس پر تہمت نہ لگاؤ اور تصدیق (اسلام) کرو، اور شک میں نہ پڑو، صبر سے کام لو اور بے صبری نہ کرو، طاعت حق پر جمے رہو اور جماعت میں تفرقہ نہ ڈالو۔''

''میں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اور اطاعت اختیار کرو اور احکام شریعت کی پابندی لازم رکھو اور سینہ کو (خباثت نفس سے) صاف رکھو اور نفس میں جوانمردی رکھو اور کشادہ رو رہو۔ اور جو شے عطا کرنے کے قابل ہو اسے عطا کرتے رہو اور ایذا دہی سے باز رہو۔ اور آداب و درویشی نگاہ میں رکھو اور بزرگوں کی بزرگداشت کرتے رہو اور برابر والوں سے حسن معاشرت رکھو اور اپنے رفیقوں سے جنگ نہ کرو اور ایثار کو اپنے اوپر لازم کرلو اور ذخیرہ مال فراہم کرنے سے بچو۔''

فقر کی حقیقت دو لفظوں میں بیان فرمادی ہے:

''فقر کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی جیسی ہستی (یعنی کسی بندہ) کا محتاج نہ رہ۔''

ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک پیر مرد آپ سے دریافت کررہے ہیں کہ بندہ کو اللہ سے قریب کرنے والی کون سی چیز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شے قرب الٰہی پیدا کرتی ہے، اس کا ایک درجہ ابتدائی ہے اور ایک انتہائی۔ درجہ ابتدائی ورع (ممنوعات شرعی سے احتراز) ہے۔ اور درجہ انتہائی رضا و تسلیم و توکل۔

''مومن کو چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض پر توجہ کرے، جب یہ ادا کر چکے تب سنتوں کو اختیار کرے، اس کے بعد نوافل پر متوجہ ہو لیکن جو شخص ابھی فرائض ہی سے فارغ نہیں ہوا ہے۔ اس کے لیے سنتوں میں مشغول ہو جانا حماقت و نادانی ہے۔ اس لیے کہ ادائے فرائض کے بغیر سنن و نوافل غیر مقبول رہیں گے اور جو شخص ایسا کرے گا خوار ہوگا۔''

''فرائض کو چھوڑے ہوئے سنن و نوافل میں مشغول ہونے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ اسے بادشاہ تو اپنے پاس بلا رہا ہو اور وہ بادشاہ کے حضور میں تو نہ جائے۔ بلکہ ایک امیر کی خدمت میں حاضر رہے جو خود ہی اس بادشاہ کا زیر دست اور چاکر اور غلام ہے۔

نمازی جب تک فرض ادا نہ کرے اس کے نوافل غیر مقبول رہتے ہیں۔

اسی طرح اس نمازی کے نوافل بھی جو سنتوں کو چھوڑ کر نوافل ادا کر رہا ہو۔

ارشاد ہوا ہے کہ شرک محض صنم پرستی کا نام نہیں۔ بلکہ اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنا، یا اللہ کے علاوہ غیر اللہ کی طلب کرنا، یہ سب شرک میں داخل ہے۔

# شیاطین اور جنات کی دُنیا

(مبشر حسین)

شیطان کی واردات اور حملوں سے بچاؤ کیلئے ضروری ہے کہ ہمیں اس سے متعلقہ معلومات اچھی طرح حاصل ہوں۔ شیطان چونکہ جنات کی جنس سے ہے اور اپنی تمام عادات و صفات وغیرہ میں انہی کے مشابہہ ہے اس لئے جنات کے بارے میں عمومی تعارف اور بنیادی معلومات مہیا کر رہے ہیں:

بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ نے جنات کو بھی انسانوں ہی کی طرح اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اور اس عبادت کیلئے انہیں اختیار بھی دیا ہے لیکن جس طرح انسان اس اختیار کو صحیح استعمال کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں یا پھر کفر کی راہ اختیار کر لیتے ہیں، اسی طرح بعض جن بھی اللہ تعالیٰ کے مطیع فرمان بن کر مسلمان ہو جاتے ہیں، جبکہ بہت سے جن اسلام میں داخل نہیں بھی ہوتے۔ اس سلسلہ میں خود قرآن مجید میں جنوں کا یہ قول بیان کیا گیا ہے کہ:

وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (سورہ الجن: 15:14)

ترجمہ: ”ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں۔ پس جو فرمانبردار ہو گئے، انہوں نے تو راہ راست کا قصد کیا اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔“

**جنات کی خوراک:** صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جن بھی انسانوں کی طرح کھانے پینے والی مخلوق ہے۔ جنات اپنی خوراک دو طرح سے حاصل کرتے ہیں۔ ایک تو وہ خوراک جو انسان کھاتے ہیں اور یہ جنات بھی چوری چھپے ان کے ساتھ شامل ہو کر اسے کھا لیتے ہیں جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہے:

ا۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کھانا کھانے لگوتو دائیں ہاتھ سے کھاؤاور جب پانی پینے لگوتو دائیں ہاتھ سے پیو کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔''

۲۔حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ جب ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں حاضر ہوتے تو اس وقت تک کھانے کیلئے اپنا ہاتھ آگے نہ بڑھاتے جب تک کہ آپ ﷺ شروع نہ فرما لیتے۔ایک مرتبہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ کھانے کیلئے حاضر تھے کہ ایک لڑکی آئی، گویا اسے کوئی دھکیل کر لایا ہے۔وہ اپنا ہاتھ کھانے کیلئے بڑھانا چاہتی تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑلیا۔پھرایک دیہاتی آیا گویا کوئی اسے بھی دھکیل کر لایا ہو۔آپ ﷺ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑلیا اور فرمایا کہ شیطان اس کھانے کو اپنے لئے حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ تعالی کا نام نہ لیا گیا ہو۔اوراس لئے شیطان اس لڑکی کو دھکیل کر لایا تا کہ اس کے ساتھ وہ کھانا حلال کر سکے، مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑلیا تھا پھر شیطان اس کو دھکیل کر لایا تھا تا کہ اس کے ذریعے کھانا اپنے لئے حلال کر سکے، مگر میں نے اسکا بھی ہاتھ پکڑلیا۔قسم اس ذات کی! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بلاشبہ شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں سمیت میرے ہاتھ میں ہے۔''

**جنات کی رہائش:** جنات عموماً ویران مقامات، کھنڈرات، جنگلوں اور صحراؤں میں رہائش رکھتے ہیں جبکہ ان میں سے مسلمان جنات خاص طور پر بیت اللہ کا قرب و جوار، مکہ و مدینہ جیسے معزز و افضل شہروں اور مسجدوں وغیرہ جیسی پاک جگہ کو اپنی رہائش کیلئے منتخب کرتے ہیں اور ان کے برعکس شریر اور غیر مسلم جن، گندی جگہوں مثلاً بیت الخلاء، کوڑا کرکٹ کے ڈھیر اور کفر و شرک کے اڈے وغیرہ جیسی معنوی یا حسّی طور نجاست سے لبریز جگہوں کو اپنی رہائش کیلئے پسند کرتے ہیں۔اس لئے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم بیت الخلاء میں داخل ہونے لگوتو یہ دُعا پڑھ لیا کرو: ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ﴾

''یا اللہ! میں جنوں اور جنیوں (چڑیلوں) سے بچاؤ کیلئے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

**جنات / شیاطین اپنی شکل تبدیل کرسکتے ھیں:**

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''مدینہ میں کچھ جنوں نے اسلام قبول کرلیا ہے، لہٰذا اگر تم کوئی سانپ دیکھو تو اسے تین مرتبہ اذن (حکم) دو کہ وہ چلا جائے اور اگر وہ اس کے بعد بھی نہ جائے تو اسے قتل کردو کیونکہ وہ شیطان ہے۔''

حضرت ابوہریرہؓ کا معروف واقعہ ہے کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کی حفاظت پر مامور تھے کہ شیطان ایک آدمی کی شکل میں آکر چوری کرنے لگا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے اسے پکڑلیا اور اس کی منت سماجت کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا۔ تین دن مسلسل ایسا ہوتا رہا کہ وہ شیطان انسانی روپ میں آتا مگر حضرت ابوہریرہؓ اسے ہر مرتبہ پکڑ لیتے۔ پھر تیسرے دن اس نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسا وظیفہ بتاتا ہوں کہ اگر تم سوتے وقت اسے پڑھ لو تو صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ تمہارے لئے مقرر کردیا جائے گا پھر اس نے کہا تم آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، حضرت ابوہریرہؓ نے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا..... خود تو جھوٹا تھا مگر تمہیں سچی بات بتا گیا ہے۔''

**جنات کی شادیاں اور اولاد:** قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات میں مذکر اور مؤنث کا تصوّر موجود ہے اور ان میں بھی آپس میں شادی بیاہ، عشق ومحبت اور زنا کاری، فحاشی وغیرہ جیسے تمام کام اسی طرح پائے جاتے ہیں جس طرح یہ کام انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔

**فضاؤں میں اُڑان:** جنات کو فضاؤں میں اُڑنے اور سرعت رفتار سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی قوت بھی دی گئی ہے حتیٰ کہ جنات زمین سے آسمانوں میں بھی پہنچ جاتے ہیں

اور وہاں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کے ساتھ دینوی اُمور کے حوالے سے جو مجلس ہوتی ہے، اسے سننے اور راز چوری کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

## شیاطین زبردستی کسی کو گمراہ نہیں کرسکتے......

اللہ تعالیٰ کے نیک، صالح بندوں پر شیاطین غلبہ نہیں پا سکتے اور نہ ہی زبردستی کسی کو گمراہ کر سکتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

**ترجمہ:** ''بلاشبہ میرے (صالح) بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں''۔ (الحجر: ۴۲)

اسی طرح جہنم میں جانے کے بعد شیطان خود جہنمی لوگوں سے کہے گا:

''میرا تم پر کچھ زور نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں (اپنی طرف) بلایا تو تم نے میری بات مان لی، لہٰذا (آج) تم مجھے ملامت نہ کرو، بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔'' (سورہ ابراھیم:۲۲)

## شیاطین بند دروازے کو کھول نہیں سکتے !

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جب شام کا اندھیرا پھیلنے لگے تو اپنے بچوں کو گھروں میں روک کر رکھو کیونکہ اس وقت شیاطین پھیلتے ہیں۔ البتہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو پھر انہیں چھوڑ سکتے ہیں۔ اور اللہ کا نام لے کر دروازے بند کرلو کیونکہ شیطان کسی بند دروازے کو نہیں کھول سکتا۔ (بشرطیکہ وہ اللہ کا نام لیکر بند کیا گیا ہو۔)''

شیطان، انسانوں کی آبادی پر حملہ آور نہیں ہو سکتے.....

جنات و شیاطین کے حملے اگر چہ غیر مرئی و غیر محسوس شکل میں ہوتے ہیں اور کبھی کبھار یہ جسمانی حملے بھی کرتے ہیں مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ شیطان کے کسی لشکر نے انسانوں کی بستی پر حملہ کر کے انہیں ملیا میٹ کیا ہو۔

# مائنڈ سائنس، توجہ اور فیضِ نظر

(محمد الطاف گوہر)

کوانٹم فزکس اور ذہنی قوت کے مربوط روابط، اب ان کے آپس میں لازم وملزوم ہونے کے راز کو آشکار کر رہے ہیں، جس کے مطابق تمام مادّی اشیاء کے اجزائے ترکیبی بنیادی طور پر وہ ذرّات ہیں جو انہیں ٹھوس شکل اختیار رکھنے پر مجبور کرتے ہیں۔ دراصل کوانٹم فزکس اس اصول پر بنیاد کرتی ہے کہ مادّہ کا کمترین ذرّہ، الیکٹران دوہری خاصیت کا حامل ہے یعنی کبھی ذرّات کی شکل اور کبھی لہر کی شکل میں اپنے وجود کا اظہار کرتا ہے۔ جبکہ سائنسی تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ مادّہ کے کمترین ذرات کبھی ذرّے کی شکل میں اور کبھی لہر کے طور پر اپنا اظہار کرتے ہیں مگر ایک ہی وقت میں دونوں خصوصیات کا اظہار اکٹھا نہیں کرتے جبکہ ان کے اس روّیے کا انحصار مشاہدہ کرنے والے پر ہوتا ہے۔

بلاشبہ مادّی اشیاء ایک انتہائی کمترین ذرّہ، الیکٹران سے مرکب ہیں، لہٰذا اس دنیا کی اساس یہی ذرّات ہیں جو اس سارے جہاں میں بکھرے ہوئے ہر طرف موجود ہیں اور یہی اشیاء کو مادّی شکل دینے کیلئے بنیادی ٹکڑوں کا کردار ادا کر رہے ہیں، یہی انسانی جسمانی ساخت کی بنیاد ہیں اور یہی ذمہ دار ہیں ان گھروں کے جن میں ہم رہتے ہیں اور انہی کی بدولت ہمیں وہ گاڑیاں میسر ہیں کہ جن میں ہم گھومتے پھرتے ہیں اور اس دولت کے بھی جو بینکوں میں جمع ہے، حتیٰ کہ ہماری تمام حقیقتیں ان کمترین ذرّات سے اَٹی پڑی ہیں جبکہ یہ ذرّات اپنا ردِعمل اسی طرح سے ظاہر کرتے ہیں جیسا ہم ان کے بارے میں مشاہدہ، دھیان رکھتے ہیں۔

ہم اس مادّہ کی ان عالمگیر لہروں سے اسی طرح لفظ بہ لفظ متاثر ہوتے ہیں، جیسا کہ ہم ان کے بارے میں مشاہدہ کرتے ہیں، بالفاظ دیگر کسی بھی شے کی اصلیت و حقیقت کا مشاہدہ

دراصل ہمارے لئے حقیقت بنتا ہے۔ یہ ایسا ہی عمل ہے جیسے کسی جنگل میں کوئی درخت گرتا ہے اور اگر اس کے پاس کوئی سننے والا کوئی نہ ہو تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس کے گرنے کی آواز پیدا ہوئی تھی؟ یہاں سائنسی تجربات یہ ثابت کرتے ہیں کہ یقیناً آواز پیدا نہیں ہوئی، کیونکہ درخت صرف اسی صورت میں آواز پیدا کرسکتا ہے کہ اگر اس کا مشاہدہ، دھیان کیا جائے۔ لہٰذا دھیان، خبرداری، بیداری یعنی توجہ دینے کا عمل مشاہدہ کہلاتا ہے، اسے آپ بیدار رہنے کا عمل بھی کہہ سکتے ہیں۔

ہمارا دھیان اور بیداری اسی طرف ممکن ہے، جس طرف ہم متوجہ ہوتے ہیں اور سائنسی تجربات سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہماری توجہ مادّہ کے کمترین ذرّہ کے روّیہ کو متاثر کرتی ہے۔ تمام مادّی اشیاء کا چال چلن ہماری توجہ اور دھیان سے متاثر ہوتا ہے، ہماری توجہ ہی کا کمال ہے اور ہماری توجہ ہی ہمارے لئے ہماری مادّی دنیا کا وجود تشکیل دیتی ہے، ہر شے جو ہمارے دھیان اور توجہ میں ہے ہمارے خیالات، تخیل کے باعث وجود پاتی ہے۔ ہمارے خیالات ہماری موجودہ حالت اور اصلیت کے ماخذ ہیں اور اگر ہم اپنی موجودہ زندگی اور حالت سے مطمئن نہیں تو آج سے ہی نئے طریقے سے سوچنا شروع کردیں، نئی ذہنی تصاویر بنائیں، نئے تصورات کو جنم دیں کہ یہ طریقہ ہمیں ہستی کے نئے وجود میں لا کھڑا کرے گا اور اگر اتنی نہیں کہ اپنا تزکیہ کرسکیں تو پھر جائیں اور راہ لیں کسی "**صاحبِ نظر**" کی چوکھٹ کی، جس کے در و دیوار بھی "**لذّتِ سکوں**" میں غرق ہیں اور یہ "**فیضِ نظر**" کا کمال ہے کہ انسانی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے، ازل سے سسکتی ہوئی زندگی کو سکون سے آشنا کرنے والی نظر اگر اپنی موج میں شکستہ حال اور خزاں رسیدہ پر پڑتی ہے تو اسے بہار سے ہم کنار کرتی ہے اور اگر جلال میں ہریالی پر پڑتی ہے تو اسے خس و خاشاک کردیتی ہے۔ اور جو منظورِ نظر ہوجائے اس کو مسرتِ لازوال سے ہمکنار کرتی ہے۔

جس طرف نظر دوڑائیں، "**توجہ**" کی جلوہ آرائی اپنے حسن و جمال کا شاندار نظارہ پیش کررہی ہے، سمندروں پر پڑتی ہے تو ان کا سینہ چیر کر راہیں دریافت کرتی ہے، اگر دریاؤں پر پڑتی ہے تو پُل باندھ دیتی ہے، پہاڑوں پر پڑتی ہے تو ریزہ ریزہ کردیتی ہے، میدانوں

پر پڑتی ہے تو انہیں محلات میں تبدیل کر دیتی ہے، آسمانوں پر پڑتی ہے تو فاصلے سمٹتی ہے اور اگر انسانوں پر پڑ جائے تو زندگیاں بدل دیتی ہے۔

چاند کا فیضِ نظر جب زمین پر ہوا تو سمندر چاندنی کی تاب نہ لا سکے اور اپنے اندر سے بیش قیمت موتی و گوہر کناروں کی نظر کر گئے، سورج کا فیضِ نظر جب زمین پر ہوا تو زندگی نے انگڑائی لی جبکہ زمین نے سونا اُگلا اور زندگی نے سفر کرنا شروع کیا مگر رات کا فیضِ نظر ہوا تو زندگی نے استراحت فرمائی اور دن کے فیضِ نظر نے لمحوں کو وقت سے آشکار کیا اور بادلوں کا فیضِ نظر ہے کہ ہریالی نے زمین کو مخملی قالین بنا دیا۔

آج جب تو نے مجھ سے پوچھا کہ "**فیض**" کیا ہے اور نظر "**توجہ**" کیا ہے!

تو اے سالکِ راہِ خدا! یہ مجھ پر آشکار ہوا کہ معاملاتِ زندگی پر تو "فیضِ نظر" کی عنایات ہیں ورنہ یہ سلسلہ زندگی کبھی کسی گرداب کی نظر ہو جاتا اور کبھی گہری کھائی کی۔ جب کوئی انسان اپنے آپ سے آگاہی حاصل کرتا ہے تو اسے "لذتِ آشنائی" کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ اور جس کے کن کی دنیا میں اگر چشمہ خودی پھوٹ پڑے تو زندگی تپتے صحراؤں سے نکل کر سکون کی گھنی چھاؤں میں آجاتی ہے اور اندر کا عکس بدل جاتا ہے اور باہر بھی شاہکارِ قدرت کا نظارہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ باطن میں موجزن آگہی کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زن ہونے سے کشف و وجدان کے دھارے اور علم و عرفان کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں اور زندگی موسمِ بہار میں آجاتی ہے۔ اِس آگہی کی لذت ایک شخص تک محدود نہیں رہتی بلکہ یہ بیرونی دنیا پہ بھی براہِ راست اثر انداز ہوتی ہے کہ آسمانوں سے مینہ برستا ہے اور ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں اور قدرت کی طرف سے شاندار استقبال کیا جاتا ہے اور اس کائنات کا ذرّہ ذرّہ اِس لذت سے معمور ہوتا ہے کہ جن کا الفاظ احاطہ نہیں کر سکتے، اسی کے دم سے پھلوں میں رَس بھرا جاتا ہے اور پھولوں میں خوشبو، بیماروں کو شفاء ملتی ہے اور یہ نظر جس طرف اُٹھتی ہے بہار ہی بہار آجاتی ہے اور اس نظر کی موج میں آنے والا ہر پل اپنے اوپر ناز کرتا ہے اور ہر فنا اپنی بقاء دیکھتی ہے۔

اس خودی ( Self ) کا کیا کہنا کہ جولذت آشنائی سے لبریز ہے اور ہم اس کا تذکرہ قرآن کریم سے دیکھتے ہیں۔سورۃ الــــکھف ( آیت:60 تا 86 )جہاں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے واقعہ میں، کس شان سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کا تذکرہ کیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل اور علم بخشا ہے۔( آیت 79 تا 86 )دیکھیں کس طرح سے ( بندے کی ) میں سے ہم اور ہم سے اللہ تعالیٰ کا تعلق بیان کیا گیا ہے: ( میں نے چاہا، ہم نے چاہا اور تیرے اللہ نے چاہا ) حالانکہ اِس واقعہ میں جو بیان کیا گیا ہے سارے کے سارے واقعات ایک بندہ کے ہاتھ سے سرزد ہورہے ہیں مگران کی توجیہہ میں ''میــــں'' سے اللہ تک کی رسائی کا پتہ ملتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔اس واقعہ میں شریعت اور طریقت کا شاندار امتزاج بیان کیا گیا ہے۔اورایک بندے کی ''میں'' کا اللہ سے تعلق بیان کیا گیا ہے اور آشنائی کی لذت سے مامور دیئے تو ابد تک کیلئے روشنی بن جاتے ہیں اگرایک طرف یہ روشنی دوسروں کی رہنمائی کا ذریعہ بنتی ہے تو دوسری طرف ان کے فیضِ نظر کے باعث زندگی کی راہیں روشن ہوتی ہیں، یہ فیضانِ نظر کا کمال ہے کہ زندگیاں سکون کی دولت سے مالا مال ہوتی ہیں'' جبکہ ہماری زندگیوں میں روشنی انہی چراغوں کے دَم سے ہے، ورنہ کائنات کا ردِّ عمل ہر ظلم و زیادتی اور آہ پہ آندھی، طوفان اور زلزلوں کی شکل میں نمودار ہوتا ہے، کیونکہ کائنات ہر کرب کا اور مظلوم کی آہ کا جواب ضرور دیتی ہے۔

اے زندگی! تو احسان مان اُن افراد کا، جن کے فیضِ نظر کے باعث تو اذیتوں اور کرب سے نجات پاتی ہے اور اگر کوئی گمراہی کے گھپ اندھیرے میں بھٹک جاتا ہے تو یہ نظریں اس کی راہیں روشن کرتے ہوئے آگاہی کا پیش خیمہ بنتی ہیں، اگر آگاہی کے مراحل طے کرنا دشوار ہوں تو اس کی منزل آسان کرتی ہیں اور اگر کوئی روشن چراغ بننا چاہے تو اس کی ٹمٹماتی لو کو درخشاں کرتیں ہیں۔مگر حیرت ہے اس پہ جو چاند کی تڑپ رکھتی ہوئی سمندر کی لہروں سے سونا اُگلتی زمین کا سورج سے، شاندار نظارہ پیش کرتی قوسِ قزح اور سرسبز و لہلاتے کھیتوں کا بارش سے جو ربط ہے، اس سے تو واقف ہیں مگر اک'' **صاحبِ نظر** '' کے ''حال'' سے ناواقف ہے۔

# اہلِ ذکر کی مجالس پر فرشتوں کا نزول (**فھم حدیث**)

کلام نبی ﷺ کی کرنیں    (پیر خان توحیدی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو اللہ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہوئے راستوں میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی جماعت کو پاتے ہیں جو اللہ کے ذکر میں مصروف ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو پکارتے ہوئے کہتے ہیں ادھر آؤ یہاں تمہاری مطلوبہ چیز ہے۔ وہ اہل مجلس کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ جب وہاں سے فارغ ہو کر اللہ کے پاس جاتے ہیں تو ان کا ربّ اُن سے پوچھتا ہے'' حالانکہ وہ خوب جانتا ہے ''میرے بندے کیا کہتے تھے۔ فرشتے جواب دیتے ہیں وہ تیری تسبیح و تکبیر اور تیری تحمید و تمجید کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے! ''کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں ''اللہ کی قسم انہوں نے تجھے نہیں دیکھا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو وہ تیری اس سے بھی زیادہ عبادت کریں۔ اس سے بھی زیادہ تیری بزرگی اور پاکیزگی بیان کریں۔ اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرتا ہے وہ کیا مانگتے ہیں! فرشتے جواب دیتے ہیں وہ تجھ سے تیری جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اللہ کی قسم اے ہمارے ربّ! انہوں نے تیری جنت تو نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اگر وہ میری جنت دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہوگا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ اگر اسے دیکھ لیں تو اس کے لیے ان کی حرص اور طلب اور زیادہ شدید ہو جائے اور ان کی رغبت اور زیادہ بڑھ جائے اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں، اللہ کی قسم انہوں نے اسے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہو۔

فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس سے کہیں زیادہ دور بھاگیں اور زیادہ ڈریں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں پس میں تمہیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔ فرشتوں میں سے ایک فرشتے نے عرض کیا اے اللہ! ان میں فلاں آدمی صرف کسی کام کے لیے آیا تھا کہ ان کے ساتھ مجلس ذکر میں بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اللہ کو یاد کرنے والے ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والے بھی محروم نہیں ہوتے۔

اس حدیث مبارکہ میں جہاں اہل ذکر کی فضیلت بیان کی گئی ہے وہاں ان کے ہم نشین لوگ بھی اس عظمت میں شامل کر لیے گئے ہیں گویا کہ عمدہ مجالس باعث نجات ہوتی ہیں۔

اہل ذکر کی شان کو مزید اجاگر کرنے والی ایک اور حدیث جسے ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو درداؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے عمل کی خبر نہ دوں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر، تمہارے آقا و مولیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ تمہارے درجوں میں سب سے زیادہ اضافہ کرنے والا، تمہارے لیے سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بہتر، اس سے بھی بہتر کہ تم دشمن سے مقابلہ کرو اور تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہؓ نے عرض کی کیوں نہیں، ضرور بتلایئے تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ عمل اللہ کا ذکر ہے

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگ بھی اللہ کا ذکر کرنے بیٹھتے ہیں تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، رحمت ان پر چھاجاتی ہے، سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ ان کا ذکر ان لوگوں میں کرتا ہے جو اللہ کے پاس ہوتے ہیں یعنی فرشتے۔

مندرجہ بالا احادیث میں اہل ذکر کے فضائل اور ان کے انعامات کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اللہ ربّ العزت کے حکم سے فرشتوں کا نزول ہونا پھر اہل ذکر کی مجالس کو ڈھونڈنا پھر ان پر پروں کا سایہ کرنا پھر رحمت اور سکینت سے اہل ذکر کا مستفیض ہونا پھر اللہ تعالیٰ کے روبرو ان سعادت مند لوگوں کی تعریف کرنا اور پھر قادر و کریم رب کا فرشتوں کے سامنے اہل ذکر کی تعریف کرنا، یہ سب بڑی سعادت مندی اور عظیم کامیابی ہے زمین پر بسنے والوں کی تعریف اللہ کریم

آسمان کی پاکیزہ مخلوق میں کرے یہ بہت بڑی عزت اور اعزاز کی بات ہے۔

جس طرح اہل ذکر پر اللہ کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اسی طرح توبہ کرنے والوں پر بھی فرشتوں کا نزول ہوتا ہے ۔توبہ کرنے والے لوگوں کو اللہ کریم بے حد پسند کرتا ہے ۔ تائب شخص کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے ایسے شخص کی برائیاں بھی نیکیوں میں تبدیل کر دی جاتی ہیں ۔توبہ کرنے والوں میں سے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جس نے تین چار یا پندرہ بیس آدمیوں کو قتل نہیں کیا بلکہ یہ شخص پورے ایک سو انسانوں کا قاتل تھا تو اللہ رب العزت نے اس کے دل میں اپنا خوف ڈال دیا اور یہ شخص توبہ کے لیے تیار ہو گیا ۔توبہ کا یہ متلاشی شخص گھر سے نکلا تو اس پر موت وارد ہو گئی اور اس سعادت مند کے لیے فرشتے اتر آئے ۔اس سعادت مند کا تذکرہ صحیحین میں موجود ہے ۔حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے زمانے میں آدمی تھا جس نے ننانوے قتل کیے تھے ۔اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا تو اسے ایک راہب کا پتہ بتایا گیا وہ راہب کے پاس حاضر ہوا اور کہا میں نے ننانوے قتل کیے ہیں ۔کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے ۔راہب نے کہا نہیں ۔اس پر اس نے راہب کو بھی قتل کر کے سو کا عدد پورا کر دیا ۔اس نے پھر زمین کے سب سے بڑے عالم دین کے بارے میں دریافت کیا تو اسے ایک عالم دین کا پتہ بتایا گیا ۔اس نے عالم دین سے کہا میں نے ایک سو آدمی قتل کیے ہیں کیا میری توبہ قبول ہونے کی کوئی صورت ہے ۔عالم دین نے کہا ہاں، بھلا توبہ اور اس کے درمیان کوئی حائل ہو سکتا ہے ۔فلاں علاقے میں چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تم بھی ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو اور اپنی اس زمین کی طرف واپس مت آنا ۔یہ برائی کی زمین ہے ۔وہ آدمی وہاں سے چل پڑا ۔جب ٹھیک راستے کے درمیان میں پہنچا تو اس کی موت کا وقت آ گیا ۔اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے حاضر ہو گئے ۔رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ اللہ کی طرف سچے دل سے توبہ کر کے آ رہا تھا ۔عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے قطعاً کوئی نیک عمل نہیں کیا ۔رحمت اور عذاب

کےفرشتے آپس میں جھگڑ پڑے۔اب ایک فرشتہ انسانی صورت میں ان کے پاس حاضر ہوا۔ فرشتوں نے اس آدمی نما فرشتے کو اپنا فیصل بنالیا۔اس فیصلہ دینے والے نے کہا دونوں مقامات کے درمیان کا فاصلہ ناپ لواور جس مقام سے وہ قریب ہےاس میں اس کا شمار کرلو۔فرشتوں نے پورے فاصلے کو ماپا تو جس طرف اس کا رخ تھا وہ قریب نکلا۔لہٰذا رحمت کےفرشتوں نے اس کی روح قبض کی۔ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے برے علاقے کی زمین کو حکم دیا کہ دور ہو جا (لمبی ہو جا) اور نیک علاقے کی زمین کو حکم دیا کےقریب تر ہو جا۔چنانچہ یہ شخص نیک علاقے کی طرف قریب پایا گیا تو اس کی بخشش ہو گئی۔توبہ کرنے والے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے کہ گویا اس کے ذمہ کوئی گناہ ہی نہیں۔توبہ سے متعلق فرمان رحمٰن اس حدیث سے بھی بڑھ کر ہے کہ گناہ بھی نیکیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُوْلَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً (الفرقان)

ترجمہ: ''مگر جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں تبدیل کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے''۔

محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے روایت ہے کہ خالد بن ولید سعید بن العاص قدیم الاسلام میں اپنے بھائیوں میں سے سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ان کے اسلام کا سبب ایک خواب ہوا جو انہوں نے دیکھا تھا کہ وہ جہنم کے کنارے پر کھڑے ہیں اور انہیں یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ان کے والد انہیں دوزخ میں دھکیل رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ انہیں کمر سے پکڑ کر روک رہے ہیں اور دوزخ میں گرنے سے بچا رہے ہیں۔وہ نیند سے گھبرا کر بیدار ہوئے تو کہا میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں کہ برحق خواب ہے۔اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ سے ملے اور اپنا خواب سنایا تو انہوں نے کہا دیکھو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس ہی ہیں۔اللہ نے تیری بھلائی کا فیصلہ فرمایا، رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو۔رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو گے تو اسلام میں داخل ہو کر آپ ﷺ

کے ساتھ چلو گے تو دوزخ سے بچ جاؤ گے۔اسلام تجھے دوزخ سے بچائے گا اور تیرا والد دوزخ میں ہو گا ۔ خالد بن سعید رسول اللہ ﷺ سے اجیاد کے مقام پر ملے تو آپ ﷺ سے پوچھا آپ ﷺ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں تجھے اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس بات کی طرف کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں دعوت دیتا ہوں کہ معبودوں کو چھوڑ دو تم پتھروں کی عبادت کر رہے ہو جو نہ نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے یہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں انہیں خبر ہی نہیں کہ ان کی عبادت کرنے والے کون ہیں۔ خالد نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں ۔ان سے کلمہ ایمان سن کر نبی ﷺ خوش ہو گئے (بیہقی)

اسلام کا اصل فائدہ تو لوگوں کو دوزخ سے بچانا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ان کی کمروں سے پکڑ پکڑ کر دوزخ سے بچایا ۔اس کے لیے دوڑ دھوپ کی ۔توحید و رسالت کی طرف دعوت دی۔مشرکین کو ان کے باطل عقائد کے بے بنیاد ہونے سے آگاہ کیا۔یہی کام آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے کیا۔اب بھی یہ کام اسی جذبہ اور شوق سے کرنے کی ضرورت ہے۔

## دعائے مغفرت

ملتان سے خالد محمود بخاری صاحب کا بھتیجا ثاقب بخاری

بقضائے الٰہی وفات پا گیا ہے

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

# بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
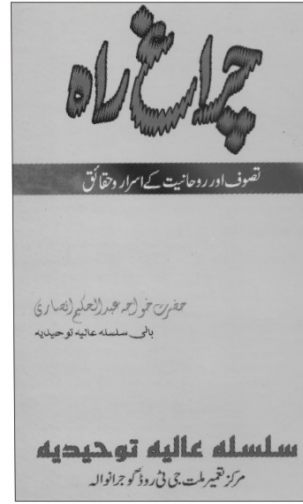
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
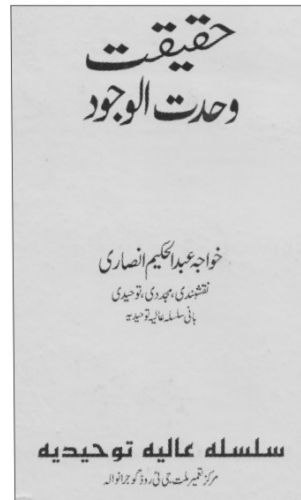
# مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
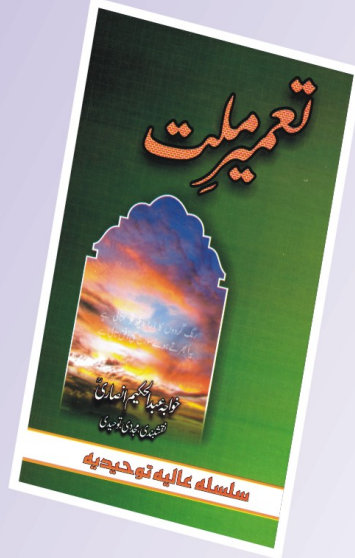
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔
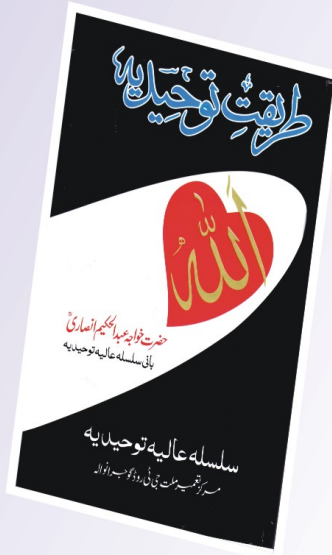
**Reg: CPL - 01**

**Website www.tauheediyah.com**